FB.com/hanafi.sunnis

خوارج

خوارج کے مختلف گروہ عرب اور عجم میں

وہابی

حروریہ

شمراخیہ

باہنسیہ

نجدی

ازارقہ

فداکیہ

عطاویہ

عجاردہ

حازمیہ

مجہولیہ

سلطیہ

ظفریہ

عبادیہ

بدعیہ

حفصیہ

شرک

کفر

بدعت

قرآنیان

الاخوان المسلمین

سلفی تحریک

طالبان

اہلحدیث

تبلیغی جماعت رائیونڈ

جمعیت علمائے اسلام جے یو آئی

فضل الرحمان گروپ و دیگر

جمعیت اہلحدیث پاکستان

دیوبندی

جماعتِ اسلامی

سپاہِ صحابہ

مبلغات الخوارج فی العرب والعجم

http://makashfa.wordpress.com

خوارج کی مکمل تفصیلی تاریخی معلومات

خوارج فرقہ فرق اسلامیہ میں اپنے عقیدے وفکر کے حفظ ودفاع کے سلسلے میں غیر معمولی شجاعت اور بہادری کا مظہر بنا رہاہے اس فرقے کے لوگ صرف ظاہر لفظ کو پکڑ لیتے تھے اور پھر جان کی بازی لگانے کے لیئے تیار ہوجاتے تھے، ان کا صرف ایک ہی نعرہ تھا۔

(بے شک حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے)۔
اس نعرے کوانہوں نے اپنے دین واصول کا حصہ بنالیا تھا، جب حضرت علیؓ کو دیکھتے تو یہی نعرہ لگاتے تھے۔
حضرت علیؓ نے جب بار بار ان کا یہ نعرہ سنا تو فرمایا:
(یہ بات تو سچ کہتے ہیں لیکن ان کے اس نعرے سے مراد حق نہیں باطل ہے۔ بے شک حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے لیکن یہ لوگ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عوام کا سربراہ نہیں ہوسکتا حالانکہ لوگوں کے لیئے سربراہ کا ہونا بہت ضروری ہے جس کی حکومت میں نیک اور بدکار لوگ سب طرح کے موجود ہوں، مسلمان بھی رہتے ہوں اور کافر بھی۔ یہ سربراہِ حکومت دشمن سے لڑے گا۔ مالِ غنیمت اکٹھا کرے گا، راستوں کی حفاظت کرے گا، امن وایمان قائم کرے گا، طاقتور کو کمزور پر ہاتھ نہیں اٹھانے دے گا، نیک لوگ اس کی حکومت میں سکون کی زندگی بسر کریں گے اور بدکار لوگوں سے نجات مل جائے گی)۔

حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ اور ظالمین حکام سے براءات ان لوگوں کا شیوہ تھا، یہ بات ان کے فہم وعقل پر بری طرح چھائی ہوئی تھی کہ جو شخص حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، طلحہ وزبیرؓ اور ظالمین بنوامیہ کا اظہار کرے اسے یہ اپنے فرقے میں شامل کرلیتے تھے اور بعض دوسرے بنیادی نظریات میں تو اس کے ساتھ غلطی برتتے تھے لیکن جو شخص ایسا نہ کرتا اس کے ساتھ یہ کسی قسم کی نرمی برتنے کو تیار نہ ہوتے تھے۔

جب ابن زبیرؓ نے امویوں کے خلاف جنگ کی تو خوارج نے ان کی مدد کی، ان کی کامیابی تک ان کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا، ان کے ساتھ صف میں شریک ہوکر جنگ کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا لیکن جب خوارج کو معلوم ہوا کہ ابن زبیرؓ، اپنے والد زبیر، طلحہ، حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضرت عثمان غنیؓ سے براءت کرنے کو تیار نہیں ہے تو ان کا

ساتھ چھوڑ دیا اور انہیں بے یارومددگار چھوڑ دیا۔
خوارج اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے اہل خاندان سے اختلاف رکھتے ہیں، آپؒ ان کے ظلم وستم کی مخالفت کرتے تھے اور اسے مسلسل روکنے کی کوشش کرتے رہتے تھے لیکن خوارج پر جوشِ براءت اس قدر طاری تھا کہ ان سے بھی برسرِ پیکار رہتے تھے۔ آپ نے اس لیئے ان سے اظہار برات نہیں کیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور خارجی کے درمیان بحث ہوئی لیکن بحث نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی اور یہی بات خارجیوں کو جماعت اسلامیہ میں شامل ہونے سے روکتی تھی۔

خوارج اپنے چلن میں ان یعقوبیوں سے بہت ملتے جلتے ہیں جنہوں نے فرانس میں انقلاب کے زمانے میں بدترین قسم کا ظلم وستم اور سنگ دلی کا مظاہرکیا تھا، ان کا نعرہ تھا۔(آزادی، مساوات، بھائی چارہ)۔
ان پرکشش الفاظ کے دھوکے میں انہوں نے بے گناہوں کو قتل کیا اور ناحق خون بہایا۔ خوارج کا نعرہ تھا:(ظالم لوگوں سے نجات)۔
ان الفاظ کے دھوکے میں انہوں نے مسلمانوں کا ناحق خون بہایا اور اسلامی شہروں کو مسلمانوں کے خون سے تربتر کر دیا، ہر جگہ انہوں نے تباہی و بربادی مچادی، فرانس کے باغیوں اور خوارج میں بہادری، دلیری، شجاعت مشترک ہے اور اسی طرح ان دونوں گروہوں میں قتل وغارت کا بے پناہ جذبہ بھی مشترک ہے۔

[نوٹ : یہاں پر موجودہ فری میسن کا ذکر ہورہا ہے جن کو یعقوبی کہا جاتا تھا، جن کے بارے میں آج بچہ بھی جانتا ہے، یہ صلیبی فری میسن تھے، طالبان، وہابی دیوبندی طبقہ وہی خوارج ہیں جنہوں نے صیہونیت کی گود میں جنم لیا ہے، دونوں کے عقائد اور عمل کے طریقے ایک جیسے ہیں، دونوں مفسدون فی الارض کے زمرے میں آتے ہیں اور اوائلِ اسلام سے ہی یہ لوگ ایک قبالہ کی طرح تھے جو اپنے نالائق جاہل دماغ کی بنا پر خود کو ہی برتر اور بہتر مسلم سمجھنے کے عادی تھے، یہی حال آج بھی ان کی نسل یعنی موجودہ وہابی دیوبندی طالبانی فرقے کا ہے، جن کے نزدیک اکثریت مشرک کافر اور بدعتی ہے جبکہ ان کی مسجدِ ضرار سب سے بہتر]

گستایوبوف نے اپنی تصنیف (انقلابِ فرانس) میں یعقوبیوں کی بہادری اور نافہمی، شجاعت اور تنگ نظری، دلیری اور ظاہر پرستی کے جو واقعات تحریر کیئے ہیں، وہ خوارج پر بڑی حد تک صادق آتے ہیں۔ اگلے صفحات میں جو مناقشات

وحوادث پیش کیئے جائیں گے، وہ اس دعوے کا واضح ثبوت ہیں۔

خوارج کی فدائیت:

خوارج کی صرف یہی خصوصیات نمایاں نہ تھی کہ وہ غیر معمولی طور پر شجاع اور بہادر تھے یا الفاظ کا صرف ظاہری پہلو دیکھنے کے عادی تھے، اس کے علاوہ ان کے اندر فدائیت کی صفت بھی پائی جاتی تھی۔ فدائیت کا جذبہ ان کے اندر اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ موت کے انتظار میں ہر وقت بے چین رہتے تھے، بغیر کسی وجہ کے بڑے خطرے میں کود پڑنے کے لیئے تیار ہو جاتے تھے، یہ لوگ اپنے مذہبی عقائد کے لیئے ہر وقت مرنے مارنے کو آمادہ رہتے تھے۔ مذہبی عقائد کے معاملے میں خوارج عیسائیوں کے اُس فدائی گروہ سے بہت ملتے جلتے ہیں جو اندلس میں عرب حکومت کو ماتمی سے آزاد ہونے کے لیے غلط نظریات سے متاثر ہو کر بغیر کسی معقول وجہ کے موت کو دعوت دیتا رہتا تھا۔

کاؤنٹ ہنری ڈی کا بتری نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

نصرانیوں کے اس فدائی گروہ کے افراد محکمہ قضا تک اس لیئے جاتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ کو گالی دے کر موت کو گلے لگا لیں۔ یہ لوگ ٹولیوں کی شکل میں آتے اور نبی اکرم ﷺ کو گالیاں دیتے رہتے یہاں تک کہ دربان ان لوگوں کو مارے مارتے تھک جاتے اور قاضی اپنے کانوں کو بہرہ بنا لیتا تھا تاکہ کہیں ان پاگلوں کی ہلاکت کا حکم نہ دینا پڑ جائے، مسلمان بھی ان پر ترس کھاتے تھے اور انہیں پاگل خیال کرتے تھے۔

[**نوٹ**؛ ملاحظہ کریں کہ کیا یہی کام آج بھی کچھ مادر زاد عیسائی کافر اور کچھ ہندو بنئے کی اولادیں کرتی ہیں، یہ وہی ابلیسی شیطانیت کا ایک نمونہ ہے جو قدیم زمانے سے ہر دور میں چلا آ رہا ہے، یہ ذہنی طور پر ختم، نیچ اور اخلاقی طور پر پست ترین قوموں کی حرکت ہے]

حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی:

یہی حال خوارج کے گروہ کا تھا، یہ لوگ حضرت علیؓ کو بے تحاشا اپنے خطبوں میں بلکہ نماز تک میں برا بھلا کہنے سے باز نہ آتے تھے۔ ان کے خیال میں ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ خوارج نے جب عبداللہ بن خبابؓ کو شہید کیا اور ان کی لونڈی کا پیٹ چاک کر ڈالا تو حضرت علیؓ نے ان سے کہا:

خباب کے قاتلین کو میرے حوالے کر دو۔

خوارج نے جواب دیا:

ہم سب نے خباب کو قتل کیا ہے۔

آخر کار حضرت علیؓ کو ان سے جنگ کرنا پڑی جس سے ان کی کمر ٹوٹ گئی لیکن باقی بچنے والے لوگون نے ایک لمحے کے لیئے بھی اپنے طریقے سے نہ ہٹے، پوری شجاعت اور دلیری کے ساتھ اپنی دعوت میں مصروف رہے، ان دونوں گروہوں کا موازنہ کیا جائے تو خوارج اور اندلس کے ان فدائی نصرانیوں میں بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے۔

[نوٹ: یہاں پر شجاعت دلیری کے الفاظ ہمارے خیال میں مناسب نہیں کیونکہ بزدل بظاہر بہت سخت اور کرخت ہوتا ہے، اور جب جہالت بھی اس میں شامل ہو جائے اور وہ عقیدہ بن جائے تو یہ کفر بے باک ہو جاتا ہے، جس کو شجاعت و دلیری سمجھنا غلط ہے اور اسی لیئے ہم کہتے ہیں کہ آجکل کے وہابی، دیوبندی سلفی خوارج کا قومِ عاد کی طرح خاتمہ کرنا نہ صرف ہمارے اولین ضرورت ہے بلکہ یہ قوم اور وطن و اسلام تینوں کے لیئے تاریخی طور پر بھی ضروری ہے]

جہاں تک اسلام سے خلوص اور الفت و محبت کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے سیدنا ابن عباسؓ کو خوارج کے پاس بحث و گفتگو کے لیئے بھیجا۔ ابن عباسؓ جب خوارج کے پاس گئے تو انہوں نے بڑی مہمان نوازی کی، ادب و احترام کے ساتھ پیش آئے۔ ابن عباسؓ نے دیکھا کہ ان کے ماتھوں پر طویل سجدوں کے باعث نشانات پڑے ہوئے ہیں اور اونٹ کے کھر کی طرح ان کے ہاتھ سخت ہیں اور لباس پسینہ سے شرابور ہیں لہٰذا ان کا اخلاص دینی شک وشبہ سے پاک ہے، لیکن فہم دین کی کوتاہی نے اخلاص کے باوجود انہیں گمراہ کر دیا ہے اس کوتاہی کے سبب یہ لوگ اسلام کے جوہر اور روح کو نقصان پہنچانے لگے، یہ لوگ ایک مسلمان کا ناحق خون بہانا جائز سمجھتے تھے، لیکن ایک زمی کی حفاظت کے لیئے سینہ سپر ہو جاتے تھے۔

[نوٹ؛ یہی حال تو خوارج کا آج بھی ہے، یہ ۶۰۔۰۰۰ ہزار مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے قتل کے صرف پاکستان میں

ہی ذمہ دار ہیں، اگر افغانستان، عراق، شام، فلسطین، مقبوضہ حجاز کو دیکھیں تو یہی کام یہ آج بھی کر رہے ہیں، کہیں پر مزارات کو شہید کرنا، اور آثارِ اسلامی کو منہدم کرنا تو کہیں پر زنائے مسیار کے ذریعے اپنی نفسانی خواہشات کو بھی سوکالڈ جہاد کے زمرے میں لے آنا ان کے کفر کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ بھی کہی یہی وہ گروہ ہے جس کے بارے میں آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، اور یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل کر پھر کبھی واپس نہیں آتا، اگر میں ان کا زمانہ پاتا تو ان کے ساتھ ویسے ہی قتال کرتا جیسے قومِ عاد کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ۹،۱۱ کی آڑ میں یہودیوں نے ان طالبان کو استعمال کیا تا کہ یہ مسلمانوں کو خود قتل کریں جہاد کے نام پر اور پھر ہمیں موقع مل جائے اس ملک کی تمام ریسورسز پر قبضہ جمانے کا اور یہ جاہل خوارجی طبقہ آج بھی اپنے صیہونی آقاؤں کی منشاء پر یہی کر رہا ہے]

خوارج کی اسلام دشمنی:

ابوالعباس المبرر نے اپنی تصنیف میں تحریر کیا ہے کہ!

خوارج کے دلچسپ واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اگر ان کی گرفت میں ایک مسلمان اور ایک عیسائی آجاتا تو یہ مسلمان کو قتل کر دیتے اور نصرانی کو ذمی سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔

خوارج کا جب عبداللہ بن خبابؓ سے سامنا ہوا تو ان کی گردن میں قرآن پاک لٹک رہا تھا۔ عبداللہ بن خبابؓ کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں جو حاملہ تھیں، خارجیوں نے ان سے کہا:

جو چیز تمہارے گلے میں لٹک رہی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ ہم تمہیں قتل کریں۔

خوارج نے عبداللہ بن خبابؓ سے دوبارہ پوچھا، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ فاروق کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

عبداللہ بن خباب نے جواب دیا:

ان کے بارے میں اچھے الفاظ کے سوا کیا کہہ سکتا ہوں۔

خوارج نے سوال کیا؛

تحکیم سے پہلے حضرت علیؓ اور خلافت کے ابتدائی دور میں حضرت عثمانؓ کیسے تھے؟

عبداللہ بن خبابؓ نے جواب دیا:

بہت زیادہ اچھے۔

خوارج نے دریافت کیا:

تحکیم کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

عبداللہ بن خبابؓ نے جواب دیا:

میری یہ رائے ہے کہ حضرت علیؓ تم سے زیادہ قرآن پاک کو جانتے تھے، تم سے زیادہ نیک تھے، دین کی حمایت کرنے والے، نگران اور صاحبِ بصیرت و عقل تھے۔

خوارج نے کہا:

تم سچائی کی پیروی نہیں کرتے بلکہ لوگوں کے بھاری بھرکم ناموں کی پیروی کرتے ہو۔

خوارج نے یہ کہہ کر عبداللہ بن خباب کو پکڑا اور نہر کے کنارے لے گئے یہیں انہیں شہید کر دیا اس جگہ اپنے کھجور کے درخت کے پاس ایک عیسائی کھڑا تھا اس نے کچھ کھجوریں پیش کیں اور کہا:

یہ کھجوریں قبول کیجیئے۔

خوارج نے کہا:

خدا کی قسم! ہم اس صورت میں یہ کھجوریں قبول کر سکتے ہیں جب تم ہم سے ان کی قیمت لے لو۔

عیسائی نے جواب دیا:

کتنی حیرت کی بات ہے کہ تم نے عبداللہ بن خبابؓ جیسے انسان کو قتل کر دیا اور مجھ سے کھجوریں بھی نہیں لے سکتے۔

[نوٹ: ذرا غور کریں کہ خوارج کس قدر جہنمی کتے ہیں کہ ان کے نزدیک نہ صحابہ اور نہ ہی انبیاء کی کوئی حیثیت ہے، اپنی منافقت میں یہ لوگ اس قدر گر چکے ہیں کہ ان کے ماتھے کے نشانات پر جانا بے وقوفی ہے۔ پاکستانی آرمڈ فورسسز یا دیگر اداروں اور عام مسلمانوں سمیت کتنے لوگوں کو ناحق شہید کر کے ان کتے کے بچوں نے ان کے سروں سے فٹ بال کھیلے ہیں۔ یہ آجکل کا ایک بچہ بھی جان چکا ہے۔ نہ جانے پھر بھی جاہل طبقہ کیوں ان مولویوں کے نام پر دھبا یعنی دیوبندی وہابی ابلیسی جماعت کے پیروکار بنے ہوئے ہیں۔ جو کام ان کے آباؤ اجدادِ خوارج کرتے تھے وہی کام تو یہ لوگ آج بھی کر رہے ہیں، ۱۹۲۴ء میں جب یہودی عرب نے حجازِ مقدس پر قبضہ کیا تھا تو وہاں ان اسلام کے نام نہاد دعویدارانِ قرن الشیطان نجدی نے ایک بھی کافر کو یا ذمی کی قتل نہیں کیا بلکہ ساڑھے ۴ ہزار مسلمانوں کو شہید کیا گیا اسلام

کے نام پر]

خوارج کی شدت کے اسباب:

خوارج کی اس ذہنیت کی وجہ کیا تھی؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خوارج کی اکثریت دیہاتی علاقوں کی رہنے والی تھی، شہر میں رہنے والے لوگ بہت کم تھے۔ یہ لوگ فقر وافلاس کی زندگی بسر کر رہے تھے، اسلام سے پہلے بہت سی مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ اسلام کے ظہور کے بعد ان کی مادی حالت زیادہ بہتر نہ ہوئی۔ کیونکہ ان کی اکثریت دیہات میں رہتی تھی۔ ان کی زندگی سخت کوشی پر مشتمل تھی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اسلامی فکر کی سادگی ان لوگوں کو پسند آ گئی پھر بھی ان کے تصورات کا دائرہ تنگ رہا، انہیں علم حاصل کرنے کی طرف کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اگرچہ ان کا ایمان تو پختہ تھا لیکن تنگ نظری نے انہیں متعصب بنا دیا، یہ لوگ کم عقل تھے۔

[نوٹ: جیسے آج بھی یہ لوگ قبائلی علاقوں، دور افتادہ دیہاتی علاقوں میں عوام کو گمراہ کرنے میں سر فہرست ہیں]

جب ایمان انسان کے دل میں گھر بنا لیتا ہے تو انسان دنیا کی تمام رغبتوں سے بیزار ہو جاتا ہے، دنیا کی عیش و عشرت اس کے دامن کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی اور آخرت کی زندگی پر اس کی ساری توجہ مرکوز ہو جاتی ہے۔ (جنت کی نعمتیں) اس کی سوچ کی انتہا جنت کی نعمتیں بن جاتی ہیں اور وہ ان چیزوں سے دور بھاگنے لگتا ہے جو جہنم کی طرف لے جانے والی ہیں۔ خوارج کی طرزِ زندگی غصے، سنگ دلی اور ظلم وستم پر مبنی تھی اگر خوارج نے پرسکون زندگی گزاری ہوتی اور دنیاوی نعمتوں سے کسی حد تک لطف اندوز ہوئے ہوتے تو ان کی اس سختی میں لچک پیدا ہو جاتی اور ان کی خشکی میں تری کی جھلک نظر آتی اور ان کی شدت بھی کم ہو جاتی۔

[نوٹ: یہی جہالت آپ کو پاکستان کے قبائلی علاقوں اور دیہات میں رہنے والے پختونوں، پنجابیوں وغیرہ میں نظر آئے گی، اور اسی طرح کی جہالتوں کی وجہ سے وہ خوارج کی چالوں میں آ کر اپنا وطن، اپنا گھر، اپنا سب کچھ گنوا بیٹھتے ہیں اور اس سے بھی بُرا ان کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ جن بچوں کو برین واش کر کے یہ لوگ دہشتگردی کے لیئے تیار کرتے ہیں ان کی اس حرکت کے بعد بھی جب ان کو الٹے منہ جہنم میں پھینکا جاتا ہے]۔

روایت ہے کہ زیاد بن امیہ کو خبر ملی:
ابوالخیر کنیت کا ایک بہادر اور نڈر آدمی ہے جو خوارج کے گروہ میں شامل ہو گیا ہے۔

زیاد بن امیہ نے اس شخص کو اپنے پاس بلایا اور ایک علاقے کا حاکم مقرر کر دیا اور اس کی تنخواہ ۴ ہزار درہم ماہوار کر دی اور پھر ایک لاکھ درہم سالانہ دینا منظور کر لیا۔
ابوالخیر کا کہنا ہے!
میری نظر میں اطاعت گزاری سے بہتر کوئی چیز نہیں گزری۔
اس واقعہ سے واضح ہو گیا کہ حالات بدل جانے پر اس شخص کی طبیعت میں کتنا بڑا انقلاب پیدا ہو گیا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ خوارج نے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے خلاف جو خروج کیا تھا، وہ زیادہ تر انکے دینی اخلاص پر مبنی تھا لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خروج کی وجوہات میں دینی جذبے کے علاوہ کچھ اور جذبات بھی ہو سکتے تھے، اگر ان کو سب سے بڑا محرک قرار دیا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ قریش سے خوارج ایک طرح کی دشمنی رکھتے تھے اور اب خلافت بھی انہی لوگوں کے پاس تھی اور دوسرے لوگ اس مرتبے سے بالکل محروم ہو گئے تھے اس بات کی واضح دلیل یہ ہے کہ خوارج کا تعلق ربیعہ قبائل سے تھا۔ خوارج اور قبائل صفر کے مابین کافی عرصہ سے عداوت چلی آ رہی تھی۔ اسلام نے ان قبائل کے درمیان جو بغض تھا اس کو کم تو کر دیا لیکن ختم نہ کر سکا، اس کے اثرات دل میں باقی رہ گئے تھے جن کی آگ ہر وقت ان کے دل میں بھڑکتی رہتی تھی جو غیر محسوس طور پر ہیجان پیدا کرتی تھی اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ جب خارجیوں کی بہت بڑی تعداد جن کا تعلق ربیعہ قبائل سے تھا، انہوں نے دیکھا کہ خلافت قبائل مضر کے حصے اگئی ہے تو وہ ان کی حاکمیت اور اقتدار سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے۔ ان کی بیزاری کی تہہ میں (قبائلی عصبیت) کا جذبہ موجزن تھا، وہ اتنا غیر محسوس تھا کہ اس کے بارے میں وہ خود بھی کوئی شعور نہیں رکھتے تھے اور صرف اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ان کی تمام سرگرمیاں محض دینی جذبے پر مشتمل ہیں، ان کا سبب اسلامی خلوص ہے یا پھر رضائے الٰہی جس کے لیئے ہر وقت لڑنے مرنے کو تیار رہتے تھے۔

[نوٹ: یہی حالات آج بھی وزیرقبائیل آف پاکستان اور طالبان کے مختلف دھڑوں میں آپ پاسکتے ہیں]

بعض لوگوں کا خلوص:

خوارج میں سب لوگوں کی یہ کیفیت نہ تھی بلکہ ان میں سے کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کے دلوں میں اسلام کا خالص جذبہ موجود تھا اور ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک تھا اس جذبے میں کسی قسم کی ملاوٹ موجود نہ تھی اور ان لوگوں نے ہی انہیں خروج پر اکسایا ویسے تو دلوں کے ظاہر و باطن کے حال اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے۔

[نوٹ: ہمیں یہاں پر اتفاق اسلیئے نہیں ہے کہ حدیثِ رسول کے مطابق یہ لوگ جہنمی کتے ہیں، اگر یہ لوگ اپنے کسی دھرم کو اسلام سمجھ کر اس کے ساتھ مخلص تھے بھی تو ان کی کوئی وقعت نہ تھی کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں واضح فرمان کر دیا تھا]۔

خارجیوں کے بارے میں ایک اور امر قابل غور ہے

خوارج میں عرب لوگوں کی تعداد زیادہ تھی اور (موالی) یعنی آزاد کردہ غلام ان میں نہ ہونے کے برابر تھے۔ استحقاقِ خلافت کے بارے میں ان کی یہ رائے تھی کہ پوری مساوات کے ساتھ موالی بھی حق دار ہیں۔ بشرطیکہ موالی میں خلافت کی تمام صفات موجود ہوں کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ خلافت کا منصب عرب کے کسی خاص خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مخصوص قبیلہ (جیسے قریش) اس منصب کا حق دار ہوسکتا ہے۔ وہ لوگ ہرگز اس بات کے قائل نہ تھے کہ کوئی خاص فریق اس منصب کا حقدار ہو، یہ سب کچھ خوارج اس لیئے کر رہے تھے کہ (موالی) زیادہ سے زیادہ مقدار میں خوارج کے گروہ میں شامل ہوجاتے لیکن ایسا نہیں ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ خوارج (موالیوں) کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان سے حقارت آمیز سلوک کیا کرتے تھے۔

[نوٹ: مسلمانوں غور کرو کہ موالی جن کی تعداد میں سے اکثریت علم وفضل کے مینار تھے اور جو کہ کبار تابعین میں شمار ہوتے تھے، وہ ان بد بخت ازلی منافقوں کی نسل پرستی کی وجہ سے ان کو منظور نہ تھے، یہی حال میرے آجکل کے پختون جاہلوں کا ہے، وہ بھی کسی صحیح العقیدہ سنی عالم کو نہیں مانتے بلکہ اپنے ہی طرح کے جاہل دیوبندی پٹھان مولوی کی بات مان لیتے ہیں، کیوں؟ وہ اس لیئے کہ ہم پختونوں نے اپنی جہالت میں مذہب کو بھی پختون نسل پرستی سمجھ لیا ہے۔ اگر کوئی غیر پختون صحیح العقیدہ بات کرے تو جاہل کے بچوں کی طرح اسکو یا تو (بریلوی) کہہ کر رد کر دیں گے حالانکہ ان کے باپ

کو بھی پتہ نہ ہوگا کہ بریلوی ہے کیا؟۔لیکن دوسری طرف ان کا زنا کی پیداوار یعنی مولوی بجلی گھر جیسا کتیا کا جنا اگر کچھ بھونک بھی دے تو یہ لوگ اس کی کیسیٹس دکانوں پر لگا کر اس کی فحش گوئی کو اسلام سمجھ کر پروموٹ کر رہے ہوتے ہیں۔یہ ہے وہ جہالت جس میں میری قوم پختون پڑے ہوئے ہیں اور اسی لیئے اللہ ان کو ذلیل کر رہا ہے اور عرب میں خاص طور پر یہودی عرب یعنی کے ایس اے میں غیر ملکی مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اس کے لیئے ہمیں کچھ درج کرنے کی ضرورت نہیں وہ سب جانتے ہیں۔]

ابن ابی الحدید بیان کرتے ہیں!

ایک موالی نے کسی خارجی عورت سے شادی کر لی جب خوارج کو معلوم ہوا تو بے اختیار پکار اٹھے!
اس واقعہ نے ہمیں شرمندہ کر دیا ہے۔

[نوٹ: کیا آج خوارج کی مملکت یہودی عرب اوہ سوری سعودی عرب میں کوئی عرب لڑکی کسی ہندوستانی، کسی پاکستانی، کسی بنگلہ دیشی، کسی چینی مسلمان سے شادی کر سکتی ہے؟]

خوارج کے ذیلی فرقے:
خارجیوں کی جماعت میں موالی بہت کم تعداد میں شامل ہوئے لیکن خارجیوں کے بعض فرقے ایسے بھی تھے جن میں موالی بہت بااثر تھے۔خارجیوں کا ایک فرقہ (یزیدیہ) تھا، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ایک ایسا رسول بھیجے گا جو صاحب کتاب ہوگا۔وہ شریعت محمدی کو ختم کر دے گا اور شریعت میمونہ کو بھی باطل قرار دے گا اس فرقے کے لوگوں کے نزدیک نواسیوں اور پوتیوں سے نکاح جائز تھا، بھانجیوں اور بھتیجیوں سے بھی شادی کرنا جائز سمجھتے تھے۔

اس فرقے کے کافرانہ عقائد اہل فارس سے ملتے جلتے ہیں، کیونکہ فارس کے مجوسی ایک نبی کے انتظار میں ہیں جو خاک عجم سے جلد ہی ظاہر ہوگا اور وہ مذکورہ بالا رشتوں سے نکاح کرنا جائز تصور کرے گا۔

[خصوصی نوٹ: موجودہ خوارج یعنی وہابی سفلی، دیوبندی وغیرہ کے دھرم میں بھی بہنوں سے نکاح کرنا جائز ہے، حوالہ

کے لیئے خوارج کے مُلا توصیف الشیطان رشدی کے بڑے بھائی طالب الشیطان رشدی کی یوٹیوب پر تقریر سنی جاسکتی ہے، نیز توصیف الشیطان جیسے خبیث جو کہ ننگی فلموں کو دیکھنے کو ثواب قرار دے چکے ہیں، یہ خوارج میں سے وہی یزیدیہ طبقہ ہے کہ جو اپنے یزید ملعون کو اپنا امیر المومنین کہتے ہیں۔ قادیانیوں کی طرح اور فریمیسن کی طرح اپنے آنے والے دجال کو پیغمبر سمجھ کر اس کا انتظار کر رہے ہیں، آپ میں سے جس کو فری میسن کے بارے میں معلومات حاصل ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں، دورِ حاضر میں اپنے شیعہ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اپنے یہودی آقاؤں یعنی فری میسوں کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی اپنی بہنوں کو سیکس جہاد پر شام بھیجا، نہ صرف وہ اب ان خوارج کو ماموں بنا چکی ہیں حرام کی اولاد سے بلکہ زناء متعہ کی وجہ سے اب وہ اتنی (اوپن) ہوں گی کہ ان کے لیے کوئی بھی چیز گناہ نہیں رہی۔ یہ ہے وہابی دیوبندی حرام کا دھرم]

مندرجہ بالا حقائق سے خارجیوں کی سوچ و خیالات واضح ہو گئے ہیں جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ عامیانہ قسم کے افکار و خیالات کے مالک تھے، قریش سے نفرت کرتے تھے اور قبائل مضر سے ان کو خاص چڑھتی اور خود بھی قبائلی عصبیت کا شکار تھے۔

خوارج کے مخصوص نظریات:

اب خارجیوں کے خاص قسم کے نظریات کا ذکر کرتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں، ان لوگوں کا عقیدہ تھا:

۱۔ خلیفہ کا تقرر آزادانہ رائے شماری سے کیا جائے جس میں تمام مسلمان شامل ہو سکیں۔

۲۔ خلیفہ اس منصب پر صرف اس صورت میں فائز رہے گا کہ وہ عدل و انصاف کرے، شریعت کے احکام کو نافذ کرتا رہے اور خلیفہ سے کسی قسم کا گناہ سرزد نہ ہو اگر خلیفہ ان فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی کا ارتکاب کرے تو اس کو صرف معزول کرنا ہی ضروری نہ ہوگا بلکہ اس کی گردن مار دینا جائز ہے۔

۳۔ خلافت کا منصب عرب کے کسی خاص خاندان کے لیے مخصوص نہیں ہے۔

۴۔قریش بھی اس منصب کے حقدار نہیں ہیں۔
۵۔بلکہ قریش میں سے کوئی خلیفہ ہونا ہی نہیں چاہیئے۔
۶۔یہ سراسر غلط ہے کہ عرب کے لوگ ہی اس منصب کے حقدار ہیں اور عجم میں سے کوئی خلیفہ نہیں بن سکتا بلکہ ہر مسلمان کو خلیفہ ہونے کا حق پہنچتا ہے۔
۷۔خارجیوں کی رائے یہ تھی کہ خلیفہ غیر قریش میں سے ہو اگر خلیفہ راہ راست سے ہٹ بھی جائے اور شریعت کے خلاف باتیں کرنے لگے اور اس کو منصب سے الگ کرنے یا قتل کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی۔
۸۔غیر قریشی خلیفہ بنانے میں مصلحت یہ تھی کہ خلیفہ کو منصب سے الگ کرنے یا قتل کرنے کی صورت میں قبائلی عصبیت رکاوٹ نہیں بن سکے گی اور نہ ہی خاندانی اثر مشکل پیدا کر سکے گا۔اور غیر قریشی خلیفہ کو صرف آسمان کے سائے میں ہی پناہ مل سکتی ہے۔
۹۔خارجیوں نے اپنے اس نظریے کے ماتحت عبداللہ بن وہب الراسی کو اپنا پہلا خلیفہ مقرر کیا جو کہ غیر قریشی تھا اور اس کو امیر المومنین کے لقب سے نوازا۔

[نوٹ؛ موجودہ وہابی دھرم نے جب حجازِ مقدس پر قبضہ کیا تو انہوں نے بھی حج کے موقع پر اور ایک اور موقع پر تمام عالم اسلام کے علماء کو بلا کر ان سے اپنے اس (کارنامے) پر داد لینی چاہی تا کہ ان کی وہابی سلطنت کو دوام مل سکے لیکن پاک و ہند و تمام مسلمان ممالک کے علماء نے ان کو رد کر دیا تھا]

خوارج کی بنیادی خامیاں:

خوارج کے یہ گمراہ کن نظریات بظاہر اتنے پرکشش تھے کہ ان نظریات کو تمام مسلمانوں کو قبول کر لینا چاہیئے تھا لیکن بہت سی باتیں ایسی تھیں جنہوں نے ان کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر دی، وہ مندرجہ ذیل ہیں؛

۱۔موالیوں کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔
۲۔مسلمانوں کا ناحق خون بہانا ان کے نزدیک جائز تھا۔
۳۔مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لینے اور ان کو اپنا غلام بنا لیتے تھے۔
۴۔حضرت علیؓ کے ایمان پر تنقید کرتے تھے۔

[خصوصی نوٹ:ابن تیمیہ مردود نے بھی سیدنا علیؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ پر بکواس کی تھی اور کہا تھا کہ ان سے ۳۰۰

غلطیاں ہوئی ہیں۔ معاذ اللہ، تو کون ہوا خوارج ؟]

۵۔ نبوت کے بیشتر افرادِ اہل بیت کے ایمان پر بھی یہ لوگ تنقید کرتے تھے۔

[نوٹ: شاید اسی لیئے ان کی ابلیسی ذریت آج بھی ان موالیوں جنہوں نے اہلبیت اطہار سے علم حاصل کیا، جیسے امام الاعظمؒ نے سیدنا امام جعفر صادقؓ سے علم حاصل کیا۔ جبھی تو یہ لوگ آج بھی ان کے کاموں میں کیڑے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں]

یہی باتیں تھیں جو خوارج اور لوگوں کے دلوں کے راستے میں رکاوٹ ثابت ہوئیں اور مسلمانوں نے ان کی طرف توجہ نہیں دی۔

[نوٹ: جیسے کہ ہمارے پختونوں اور دیہاتی پنجابیوں نے کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے اصل مذہب اسلام کو بھول کر دیوبندی وہابی ناسور میں شامل ہوگئے اور نہ صرف دین میں ذلیل بلکہ دنیا میں بھی اپنی عزت گنوا دی]

خوارج کی جمہوریت پسندی:

خارجیوں کا ایک فرقہ (نجدات) تھا جس کا عقیدہ تھا کہ نہ کسی امام کی ضرورت ہے اور نہ کسی خلیفہ کی، اس فرقے کے لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ ہمیں اپنے معاشرے میں ایسے حالات پیدا کرنے چاہیں کہ لوگ اپنے معاملات خود ہی حل کر لیا کریں، بعض اوقات اگر کسی وجہ سے ایسا ہونا ممکن نہ ہو تو امام بنا لینے میں بھی کوئی حرج نہ ہوگا۔

[نوٹ؛ اس کو یوں سمجھیئے کہ مثال کے طور پر وہابی بکتا ہے کہ فقہ کی کوئی ضرورت نہیں یا، آئمہ اربعین کی کوئی حاجت نہیں لیکن پھر بھی اگر مالی فائدہ یا کوئی اور وجہ ہو تو ابن تیمہ جیسے یا وہاب نجدی جیسے ہمارے امام ہیں۔ امید ہے اب آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے، نیز ان کی منافقت دیکھیں کہ ایک طرف تو یہ لوگ امام کے منکر ہیں، دوسری طرف حسبِ ضرورت امام بھی بنا لیتے ہیں، یہی تو منافق کی عمدہ علامت ہوتی ہے کہ جو وہ کہتا ہے وہ اس پر عمل نہیں کرتا]

یہ لوگ اپنے اس عقیدے پر سختی کے ساتھ قائم تھے۔

۱) شرعی طور پر امام بنانا جائز نہیں ہے۔

۲) لیکن اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ امام کا ہونا ضروری ہو تو ایسا کرنا بھی جائز ہے، یعنی ان دونوں صورتوں میں

واجب کوئی بھی نہیں ہے۔

خارجیوں کے مسلمہ مسلک کے تحت گناہگاروں کو کافر قرار دینا جائز تھا، چاہے گناہ غلطی سے ہوا ہے یا کسی غلط فہمی کی بناء پر۔ اجتہادی خطا سے یا جان بوجھ کر، ان کے نزدیک ہر گناہگار کافر تھا اس لیئے تحکیم کے معاملے میں خارجیوں نے حضرت علیؓ کو کافر قرار دے دیا تھا حالانکہ تحکیم کے سلسلے میں حضرت علیؓ نے یہ شرط رکھی تھی کہ اگر وہ قرآن سے مطابقت رکھتی ہوگی تو قبول کرلوں گا ورنہ نہیں لیکن کسی مجتہد کو وہ یہ حق نہیں دیتے تھے کہ اس سے کوئی غلطی سرزد ہو کیونکہ ان کے نزدیک تحکیم درست نہ تھی اس لیئے خارجیوں نے حضرت علیؓ پر کفر کا فتویٰ صادر کرکے انہیں فساد پیدا کرنے والے اور بے دین قرار دے دیا۔

قرآن فہمی میں کمی:

حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، حضرت عثمانؓ و دیگر اصحاب کے سلسلے میں بھی انہوں نے ایسا ہی رویہ اختیار کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صرف فروعی مسائل میں خوارج سے اختلاف رکھتے تھے مگر پھر بھی کفر کے فتوے سے نہ بچ سکے۔
خارجیوں کے نزدیک اجتہادی خطا تو کفر کا مئوجب ہی تھی۔ ابن ابی الحدید نے بہت سی مثالوں سے خارجیوں کا رد پیش کیا ہے لیکن یہ مسئلہ اس قدر واضح ہے کہ ہم ان کے رد کی ضرورت محسوس نہیں کرتے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ خارجیوں کے عقائد و افکار کو بیان کردیا جائے تا کہ ان کے دلائل اور اندازِ فکر کا پتہ چل جائے۔ ان باتوں سے معلوم ہو جائے گا کہ خارجی معمولی باتوں پر کفر کا فتویٰ دے دیتے تھے۔ اور یہ لوگ نہ تو کسی بات کی تہہ تک پہنچنے کی ضرورت محسوس کرتے تھے کیونکہ یہ زیر بحث مسئلے کے مختلف نکات کو توجہ سے ہی نہیں سمجھتے تھے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ کا حکم ہے:
جو شخص استطاعت رکھا ہو اس پر فرض ہے کہ وہ بیت اللہ کا حج کرے اور جس نے کفر کیا تو اللہ تعالیٰ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

اس آیت کے مفہوم سے خوارج نے یہ سمجھ لیا کہ تارکِ حج کافر ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ تارک حج گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، ان کے نزدیک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا کافر ہے۔

قرآن پاک میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔

خارجیوں نے اس آیت سے یہ اخذ کیا کہ خدائی فیصلے کے خلاف ہر فیصلہ کرنے والا شخص کافر مطلق ہے۔

قرآنِ پاک کی آیت ہے:
جس روز (قیامت کے دن) کچھ لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کچھ لوگوں کے سیاہ ہوں گے اور جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے سوال کیا جائے گا، کیا تم وہی لوگ ہو جنہوں نے ایمان لانے کے بعد انکار کر دیا اب اس عذاب کا مزہ چکھو جس کا تم لوگ انکار کرتے تھے۔

اس آیت سے خوارج نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ فاسق کا چہرہ سفید نہیں ہو سکتا، وہ سیاہ ہی رہے گا، اور (تم نے انکار کیا) کے تحت ان کو کافر ٹھہرایا

[نوٹ: شاید وہابی دیوبندی خوارج اپنے اسی ازلی پرانے بغض میں ہر سنی عالم کو کالا حضرت کہہ دیتے ہیں حالانکہ اس کا بہترین جواب ہم نے فیس بک پر ان کے ہی ایک (کالا حضرت) کی تصویر کے ساتھ دیا ہے]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
یہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔

خارجیوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ جامد ظالم ہے، کافر کی صفت ظلم ہے اس لیئے جامد کافر ٹھہرا۔

خوارج کے ان تمام عقائد سے واضح ہو گیا کہ یہ لوگ نصوصِ ظاہر کو کتنی سطحی نظر سے دیکھتے تھے اور نصوص کے اسرار سے اسقدر محروم تھے کہ بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کا خطاب:

حضرت علیؓ نے اپنے زمانے کے خارجیوں کے باطل نظریات کو زبردست طریقے سے رد کیا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے ایک موقع پر خوارج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اگر تم سمجھتے ہو کہ میں غلطی پر ہوں تو میری بے راہ روی کی سزا تمام مسلمانوں کو کیوں دیتے ہو؟ میری غلطی پر ان سے مواخذہ کیوں کرتے ہو؟ میرے گناہ کی وجہ سے ان کی تکفیر کیوں کرتے ہو؟ تم لوگوں نے اپنے کندھوں پر تلواریں لٹکا رکھی ہیں اور جب دل چاہتا ہے تم تلواروں کو نیام سے باہر نکال لیتے ہو، تم لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ کون گناہگار ہے اور کون بے گناہ ہے اور دونوں قسم کے لوگوں کو ایک ہی درجے میں شامل کر دیتے ہو۔
تم اس بات سے اچھی طرح واقف ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا پھر آپ ﷺ نے خود ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس کے اہلخانہ کو اس کے مال کے وارث کے بارے میں بتایا۔ نبی اکرم ﷺ نے قاتل کو معاف نہیں کیا لیکن میراث سے اس کے اہل خانہ کو محروم نہیں ہونے دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے چوری کرنے والے کے ہاتھ بھی کاٹے اور غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے بھی لگوائے لیکن نبی اکرم ﷺ نے کتاب اللہ کے مطابق گناہگاروں کا فیصلہ کیا لیکن مسلمانوں کو اسلام نے جو حصہ دیا ہے، آپ ﷺ نے اس حق سے ان گناہگاروں کو محروم بھی نہ کیا اور نہ ہی ان لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیا۔

خوارج کا ردِ عمل:

حضرت علیؓ کے اس مدلل کلام کا ان خوارج پر کوئی اثر نہ ہوا پھر حضرت علیؓ نے کلامِ الٰہی کی بجائے نبی اکرم ﷺ کے عمل سے دلیل پیش کی کیونکہ قرآن کی تاویل تو ممکن ہے مگر عملِ رسول ﷺ (یعنی سنت) کے عمل کو کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ خوارج اس کے باوجود اپنی ضد پر قائم رہے اور ان کی تنگ نظری میں کوئی وسعت پیدا نہ ہو سکی۔ خوارجی صرف جزئیات وسطحیات پر قائم رہے لیکن جزئیات میں کوئی پیروی سے سوائے گمراہی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ان نظریات کے حامل لوگوں کی نظر تہہ تک نہ جا سکی تو صرف نظرِ کلی ہی ہر جہت سے ادراکِ حق کی مؤجب ہو سکتی ہے جس سے یہ لوگ محروم تھے۔

خوارج آپس میں متفق ہو کر نہ رہ سکے اور ان کے درمیان چھوٹی چھوٹی باتوں میں باہمی اختلاف پیدا ہو جاتا تھا، ان کی

ناکامیوں کی ایک وجہ یہ تھی۔

بنوامیہ کی حکومت میں مہلب بن ابی صغرہ نے ان خوارج کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لیئے ان کے درمیان اختلاف پیدا کردیا تاکہ یہ لوگ آپس میں دست وگریبان ہوجائیں، ان کی طاقت ریزہ ریزہ ہوجائے تاکہ ان کی سختی کم ہوجائے۔ مہب بن ابی صغرہ کو کوئی ایسی تدبیر سمجھ میں نہ آئی جس کے ذریعے ان میں اختلاف پیدا ہوجائے، تو اس نے ایک اور جال پھینکا اس کہانی کو ابن ابی الحدید اس طرح بیان کرتے ہیں۔
خارجیوں کے فرقہ (ازارقہ) میں ایک آہن گر رہتا تھا جو زہر آلود تیر بناتا تھا، خوارج انہیں تیروں کی بوچھاڑ مہب کے اصحاب پر کیا کرتے تھے جب یہ معاملہ مہب کے سامنے پیش کیا گیا تو مہب نے کہا:

میں اس کا تدارک کرتا ہوں۔۔ یہ کہہ کر مہب نے اپنے ایک آدمی کو ایک خط دیا اور ایک ہزار درہم بھی ساتھ دیئے اور اس کو قطری بن الضحاۃ کے لشکر میں بھیج دیا اور ساتھ یہ ہدایت کی کہ دشمن سے بچ کر یہ خط اور درہم ان کے لشکر میں پھینک آؤ اور ساتھ اپنے بچاؤ کا خیال بھی رکھنا۔
اس آدمی نے حکم کی تعمیل کی اور چلا گیا اس خط میں یہ عبارت تحریر تھی:

امابعد! آپ کے تیر مجھے مل گئے ہیں اور ان تیروں کے عوض ایک ہزار درہم ارسال کر رہا ہوں، یہ رقم قبول کیجئے اور جتنی تعداد میں آپ زہر آلود تیر تیار کرسکیں، مجھے بھیج دیجئے۔ لشکر کے ایک آدمی کو یہ خط ملا اس آدمی نے اپنے سردار قطری کی خدمت میں یہ دونوں چیزین پیش کردیں۔ اس آہن گر کو قطری نے بُلا کر دریافت کیا:

یہ خط کیسا ہے؟
آہن گر بولا:
مجھے نہیں معلوم۔
قطری نے آہن گر سے دوسرا سوال کیا:
یہ درہم کیسے ہیں؟
اس نے جواب دیا:

میں نہیں جانتا۔

قطری نے حکم دیا:

اس کو قتل کر دو۔

حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔

یہ خبر سن کر بنو قیس بن ثعلبہ کا ایک عبداللہ نامی آدمی آیا اور اس نے قطری سے کہا:

تم نے بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے ایک آدمی کو کیوں قتل کیا؟

قطری نے جواب دیا:

مفادِ عامہ کے لیئے کسی شخص کو قتل کر دینا کوئی بری بات نہیں اور امام کو یہ پورا حق حاصل ہے کہ جو وہ بہتر سمجھے، کر لے، رعیت کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

عبداللہ کو یہ بات بہت بُری لگی لیکن جماعت سے الگ نہ ہوا۔ مہب کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے ایک نصرانی کو خوارج میں بھیجا اور ایک نئ چال شروع کی۔ نصرانی نے کہا:

قطری کے سامنے جا کر سجدے میں گر پڑنا، وہ سجدہ کرنے سے روکے تو کہنا میں تو آپ کو سجدہ کرتا ہوں۔

اس نصرانی نے ویسا ہی کیا جب اس کو قطری نے سجدے میں دیکھا تو کہا:

صرف خدا کی ذات سجدے کے لائق ہے۔

عیسائی بولا:

میں تو صرف آپ کو سجدہ کرتا ہوں۔

قطری سے ایک خارجی نے کہا:

یہ اللہ تعالیٰ کی بجائے آپ کو سجدہ کر رہا ہے۔

پھر قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی:

تم لوگ اور جن کی تم عبادت کرتے ہو سب جہنم کا ایندھن ہیں تم اس میں ضرور جاؤ گے۔

قطری نے جواب دیا:

نصرانی حضرت عیسیٰ کی پرستش کرتے ہیں لیکن اس سے ان کو کیا ضرر پہنچ سکتا ہے؟

یہ سن کر اس عیسائی کو خارجی نے قتل کر دیا، قطری کو یہ بات پسند نہ آئی اور خارجیوں نے اس کی یہ ناگواری کو ناپسند کیا۔

خوارج کا انجام:

خوارج میں جو اختلاف پیدا ہو گیا تھا، وہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ قطری اصطخر کی حدود میں پہنچ گیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ پہلے سپہ سالار نے کسی حکمت عملی سے خوارج میں ان کی کم عقلی اور ضعفِ رائے کے سبب اختلاف اور نفاق کی آگ بھڑکا دی اور ان بے شعور اور بے سمجھ خارجیوں کو کتنے آسان طریقے سے ایک دوسرے کو دست وگریبان کر دیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ کمزور پڑ گئے اور ان میں دشمن کی قوت کا مقابلہ کرنے کی ہمت باقی نہ رہی۔

یہ چال کامیاب ہوئی اور خارجی کئی گروہوں میں بٹ گئے اور ان میں متعدد فرقے پیدا ہو گئے۔ اب آگے چند صفحات میں خوارج کے چند خاص فرقوں کا اور ان کے سرداروں سمیت ذکر کریں گے۔

[نوٹ: یہی حال آج بھی ہے خوارج یعنی وہابی، دیوبندی، سلفی، اہلحدیث، قرانیان، طالبان، وغیرہ وغیرہ یہ سب خوارج کے وہی گروہ ہیں کم وبیش اس طرح کی ہی باتوں پر ان میں آج بھی تور پھوڑ موجود ہے۔ جب اپنے پر بات آتی ہے تو مفاد کی خاطر قتل بھی جائز، خود اگر امام بنے ہیں تو چاہتے ہیں کہ سب ان کو فالو کریں مگر اگر یہی بات آئمہ اربعین کے بارے میں کہی جائے کہ ان کے قول کو فالو کیوں نہیں کرتے تو لاکھ بہانے بناتے ہیں، حضرت علیؓ کا فرمان دوبارہ پڑھیں، یہی بات آج بھی ہم کر رہے ہیں کہ ۹۔۱۱ کے بعد کافروں کے قتل کی سزا مسلمانوں کو کیوں طالبان نے دی؟ اگر سنی غلط ہیں تو طالبان کیوں ان کے مناظرے سے بھاگتے ہیں؟ خارجی کہتے تھے کہ حکم صرف اللہ کا۔ وہی نعرہ لال ٹیمپل کی باجی عبدالرضیہ نے بھی کہی کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی حکم دینے کا اختیار نہیں؟ بتاؤ خارجی کون کون ہے؟ قرآن یہ لوگ پڑھتے ہیں، ماتھے پر محرابیں ان کی بنی ہیں لیکن دین سے ایسے پیدل ہیں جیسے مفلس کی جیب ہوتی ہے۔ اس میں ہمارے لیے بہت ہی اہم تاریخی سبق ہیں کہ کس طرح ان خوارج کا خاتمہ ہو سکے گا؟ صرف اور صرف تلوار۔ علیؓ نے فرمایا کہ تم نے تلواریں لٹکا رکھیں ہیں، کیا طالبان نے موجودہ تلواریں یعنی اسلحہ نہیں لٹکایا ہوتا؟ نیز سیدنا خبابؓ نے گلے میں قرآن لٹکا رکھا تھا، یعنی تعویذ کی صورت۔ جس کو آجکل کا وہابی دیوبندی دھرم بھی شرک کہتا ہے، کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ ابلیس نے جو کام ان کے دماغوں کو اس وقت سکھایا تھا وہی یہ آج بھی کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی جان مال وعزت ان کے ہاتھوں محفوظ نہیں۔ ان کا واحد علاج ہی یہی ہے جو کہ ہمارے پاک آرمی بخوبی کر رہی ہے لیکن ملک میں موجود لاکھوں وہابی دیوبندی کلیساؤں اور مدرسوں کا خاتمہ کرنے کے لیے بھی کوئی مضبوط لائحہ عمل ہونا چاہیے۔ ہم کو

غزوہ ہند سے پہلے پہلے ان کی بنیادیں اکھاڑ دینا بہت ضروری ہو گیا ہے]۔

فرقہ ازارقہ :

ازارقہ کی شدت پسندی ؛

خارجی فرقوں میں سے الازارقہ فرقہ اپنے جوش وجذبہ اور کثیر تعداد کی وجہ سے سب سے بڑا تھا، یہ فرقہ ربیعہ قبائل کے خاندان بنو حنیفہ کے ایک شخص نافع بن الازرق کا پیروکار تھا۔ بنو امیہ اور ابن زبیر کے خلاف ازارقہ فرقے نے نافع کی قیادت میں پورے ۱۹ برس نہایت دلیری کے ساتھ جنگ کی۔ لڑائی کے دوران نافع مارا گیا تو ان لوگوں نے نافع بن عبداللہ کو اپنا سردار بنالیا۔ نافع بن عبداللہ کے بعد قطری بن فجارہ پیشوا مقرر رہا۔

اس فرقے کے مسلسل ظلم وستم اور کشت وخون سے تمام لوگ متنفر ہو گئے تھے۔ اگرچہ قطری کے عہد میں یہ فرقہ ختم ہوتا چلا گیا۔ خوارج کے آپس میں اختلافات بڑھ گئے اس کی بناء پر ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگے اب انہیں ہر معرکے میں شکست ملنے لگی اور مسلسل شکست کی وجہ سے قطری کے عہد حکومت کے بعد اس فرقے کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔

الازارقہ فرقہ چند اضافوں کے ساتھ وہی نظریات رکھتا تھا جو خوارج کے تھے، مثلاً

۱۔ وہ مسلمان جو خوارج کے مخالف ہیں، وہ سب کے سب مشرک ہیں۔

۲۔ وہ تمام لوگ جو خارجیوں سے اختلاف رکھتے ہیں، وہ بھی مشرک ہیں۔

۳۔ وہ خوارج جو لڑائی میں پس وپیش کرنے والے ہیں، وہ بھی مشرک کہلائیں گے۔

۴۔ خوارج کے مخالفین کی اولاد بھی مشرک ہے اور وہ جہنم میں رہے گی۔

۵۔ ان مسلمانوں کے شہر جنگ کی طرح ہیں جو خوارج سے اختلاف رکھتے ہیں، یعنی جنگ کے دوران (لوٹ مار کے وقت) ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لینا اور لونڈی اور غلام بنالینا بھی جائز ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں زانی کو سنگسار کرنے کا حکم نہیں دیا، یہ سزا ساقط ہے۔

۷۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں پر حد واجب ہے لیکن پاکباز مردوں پر تہمت لگانے والوں کی حد ساقط ہے۔

۸۔ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب کرنے والے انبیاء بھی ہو سکتے ہیں۔ (معاذاللہ)

[نوٹ: یہی طالبان اور دیوبندی وہابی طبقہ میں ایسے لوگ ہیں جو یہی کہتے ہیں کہ طالبان کے سو کالڈ جہاد میں شریک نہ ہونے والے بھی واجب القتل ہیں]

نجدات فرقہ

نجدات کے بنیادی نظریات:

اس فرقے کے لوگ نجدہ بن عویمر الحنفی کے پیروکار تھے، فرقہ نجدہ کے لوگ فرقہ ازارقہ سے بہت سے مسائل میں اختلاف رکھتے تھے، اس فرقے میں جو چند باتیں پائی جاتی تھیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) وہ خارجی جو جنگ میں شریک نہیں ہوا اُس کو کافر قرار نہیں دیتے تھے۔

(۲) مسلمانوں کے بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

(۳) فرقہ نجدہ میں امام مقرر کرنا جائز تھا۔

(۴) فرقہ ازارقہ میں تقیہ ناجائز تھا لیکن اس فرقے کے لوگ (تقیہ) کو جائز سمجھتے تھے۔

[خصوصی نوٹ: موجودہ دور کے وہابی دیوبندی فرقوں کی مثال سامنے ہیں، دیوبندی امام کے قائل ہیں جبکہ ان کے بھائی نجدی، عرب اس کو شرک کہتے ہیں، کچھ دیوبندی بھی کہتے ہیں کہ طالبان کی پاکستان اور معصوم عوام کے خلاف دہشتگردی ناجائز ہے۔ جبکہ اکثریت ان کو جائز سمجھتی ہے، باوجود اینکہ ایک فرقہ ان میں سے وہ ہے جو کہتا ہے کہ پاکستانی فوج کا کوئی فوجی شہید نہیں کہلاتا لیکن دہشتگردوں کا ہر کتا، ان کے نزدیک شہید ہے۔ امید ہے قارئین سمجھ رہے ہیں کہ ہم کن کی جانب اشارہ کررہے ہیں۔]

یمن میں یہ لوگ کثیر تعداد میں موجود تھے، آغاز میں اس فرقے کا پیشوا ابوطالوت الخارجی نامی ایک شخص تھا پھر ان لوگوں نے نجدہ کی بیعت کرلی۔ یہ واقعہ ۷۲ھ کا ہے۔ نجدہ کی بیعت کرنے کے بعد یہ لوگ لگاتار کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور خوب ترقی کی اور بہت سے شہروں سے بحرین، عمان، حضرموت، یمن اور طائف پر ان لوگوں کا تسلط ہوگیا اور ان کا جھنڈا ان شہروں پر لہرانے لگا۔

فرقہ نجدہ کا کامیابی راس نہ آئی اور فرقے کے پیشوا نجدہ سے بہت سے امور میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ مخالفت اسقدر بڑھ

گئی کہ ان اختلافات نے خطرناک صورتحال اختیار کر لی۔ان لوگوں کو نجدہ سے شکایت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ نجدہ نے ایک لشکر کا سپہ سالار اپنے بیٹے کو بنا کر بھیجا تھا۔لوٹ مار کے دوران اس لشکر نے مسلمانوں کی عورتوں کو قید کر کے انہیں لونڈی بنالیا اور تقسیم سے پہلے ہی مالِ غنیمت کو خرچ کرنا شروع کر دیا۔نجدہ کو چاہیئے تھا کہ ان لوگوں کو سزا دیتا لیکن اس نے ان لوگوں کو معاف کر دیا اور کچھ بھی نہ کہا۔

اس فرقے کے لوگوں کو اپنے رہنما سے دوسری شکایت یہ تھی کہ اپنے مجرم آدمیوں کو مالِ غنیمت سے بھی نوازا اور سرکاری عہدے بھی عطا کیئے۔

میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ان لوگوں کو بخش دے گا اور کوئی سزا نہیں دے گا اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی سزا دی بھی تو وہ سزا جہنم کی سزا نہیں ہوگی بلکہ ہلکی پھلکی سزا دے کر ان لوگوں کو جنت میں داخل کر دے گا۔

اپنے سردار نجدہ کی اس بات سے اور اہل فرقہ کو ایک اور زبردست شکایت یہ تھی کہ ایک دفعہ اس نے بَری اور بحری مہم پر دو لشکر روانہ کیئے جب دونوں لشکر واپس آئے تو ان کے ساتھ برابر کا سلوک نہ کیا۔ بَرّی مہم پر جو لوگ تھے ان لوگوں کو اچھی طرح سے انعام واکرام سے نوازا لیکن جو لوگ بحری مہم کی طرف گئے ان لوگوں کو انعام واکرام بہت کم دیئے۔

ان اختلافات کی بناء پر یہ فرقہ تین حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

پہلا گروہ: عطیہ بن اسود کی سرکردگی میں سجستان روانہ ہو گیا اور پھر سجستان میں ہی مقیم ہو گئے۔

دوسرا گروہ: مکمل تیاری کے ساتھ نجدہ کے مقابلے میں آیا، زبردست لڑائی ہوئی اور نجدہ قتل ہو گیا۔

تیسرا گروہ: نجدہ کی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا اور اس سزا کا مستحق قرار نہ دیا بلکہ نجدہ کے ساتھ نرم برتاؤ سے پیش آئے۔

نجدہ کے بعد اس فرقے کا پیشوا ابو فدیک مقرر ہوا اس فرقے کے استیصال یعنی خاتمے کے لیئے عبدالملک بن مروان نے

ایک لشکر بھیجا اس لشکر نے اس فرقے کو تباہ و برباد کر دیا اور ابوفدیک کو قتل کر دیا، اس کا سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیج دیا گیا اور اس طرح صفحۂ ہستی سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔

صفری فرقہ:

ازارقہ اور صرفیہ میں بنیادی فرق:

الصرفیہ فرقے کے لوگ زیاد بن الاصفریہ کے پیروکار تھے، فرقہ ازارقہ کے مقابلے میں ان کے نظریات زیادہ ظالمانہ قسم کے تھے اس فرقے کے لوگ فرقے سے بہت سے نظریات میں اختلاف رکھتے تھے، ان کا یہ اختلاف بنیادی قسم کا تھا۔

ان نظریات کا اختلاف جو فرقہ صفریہ اور ازارقہ میں پایا جاتا تھا اس کا اندازہ ان نظریات سے ہوتا ہے جو فرقہ صفریہ میں پائے جاتے ہیں۔

(۱) گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا شخص کافر نہیں ہے۔
(۲) وہ شخص جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے گا، وہ مشرک نہیں کہلاتا۔
(۳) اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں کی سزا قرآن پاک میں مقرر کی ہے، ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والا شخص صرف گناہگار رہے جیسے اللہ تعالیٰ نے خود ان کو یہ نام دیا ہے مثلاً زانی و سراق وغیرہ۔

(۴) قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں کی کوئی سزا مقرر نہیں کی، ان گناہوں کا ارتکاب کرنے والا شخص کافر ہے۔

(۵) فرقہ صفریہ میں بلال مرداس نامی ایک شخص بڑا پرہیزگار اور متقی تھا۔ یزید بن معاویہ کے عہد حکومت میں اس شخص نے بصرہ کے قریب وجوار میں خروج کیا۔

بلال مرداس،خروج کے دوران عام لوگوں کو کچھ نہ کہتا اگر کسی جگہ کامیاب ہوجاتا تو وہاں صرف شاہی خزانے پر قبضہ کرتا اور جنگ کرنے میں پہل نہیں کرتا تھا۔
عبیداللہ بن زیاد نے بلال مرداس کی فتح کے لیئے ایک لشکر بھیجا اس لشکر نے کامیابی حاصل کی اور یہ لڑائی میں قتل ہوگیا۔ایک اور آدمی عمران بن حطان جو اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا، وہ بڑا پرہیز گار اور شاعر بھی تھا۔عمران بن حطان نے اپنے گروہ سے بھاگ کر دوسرے شہر میں جا کر پناہ لے لی۔صفریہ نے بلال مرداس کے بعد اسی کو اپنا امام مقرر کرلیا۔

عجاردہ

عجاردہ کا تعارف:

اس فرقے کے لوگ عبدالکریم بن عجرد کی پیروی کرتے تھے لیکن عبدالکریم بن عجرد خود عطیہ بن اسود کا پیروکار تھا اس فرقے کے لوگ نجدات سے اپنے نظریات کے اعتبار سے بہت قریب تھے۔
اس فرقے کے خاص نظریات درج ذیل ہیں؛

(۱) وہ خارجی جو جنگ میں حصہ تو نہ لے مگر دیانت دار ہوں تو اس کی دیانت داری کی بناء پر اسے مناصب پر بھی فائز کیا جاسکتا ہے۔

(۲) ہجرت کرنا فضیلت کا کام ہے مگر فرض نہیں ہے۔
(۳) اس وقت تک مخالف کا مال، مالِ غنیمت میں شامل نہیں ہوگا جب تک مخالف کو قتل نہ کردیا جائے۔

جلد ہی یہ فرقہ بہت سے اختلافات کا شکار ہوگیا، معمولی معمولی باتوں پر ایک آدمی فرقے سے الگ ہوجاتا اور علیحدہ سے اپنا ایک گروہ بنالیتا۔فرقے کے یہ اختلافات جزئی تھے مگر یہ اختلافات مختلف فرقوں کا باعث بن گئے۔

[نوٹ: ذرا ذہن میں یہ چند نام تازہ کرلیں، صوفی محمد گروپ، فضل اللہ گروپ، محسود گروپس، رائیونڈ جماعت، جماعت غیر اسلامی، سپاہ شیاطین وغیرہ وغیرہ]

چند دلچسپ مثالیں:

اس فرقے کی چند دلچسپ مثالیں پیش کرتے ہیں؛

(۱) اس فرقے میں ایک شعیب نامی شخص رہتا تھا جو میمون نام کے شخص کا مقروض تھا۔ ایک روز میمون نے شعیب سے کہا:

میرا قرض واپس کردو!

شعیب نے جواب دیا:

یہ کیسے ممکن تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ واقعی چاہتا تو میں اسی وقت قرض ادا نہ کردیتا۔

میمون نے شعیب کو مخاطب کرکے کہا:

اللہ تعالیٰ نے قرض کو واپس کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ جس بات کا حکم دیتا ہے اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ کام ہوجائے اور جس کام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا، وہ اس کے بارے میں حکم بھی نہیں دیتا۔

اس گفتگو نے (عجاردہ) کے ۲ گروہ بنادیئے۔ ایک کا نام (شعیبیہ) اور دوسرا (میمونیہ) کے نام سے مشہور ہوا۔

دونوں گروہوں کے نئے پیشواؤں شعیب اور میمون نے اپنی باتیں فرقے کے امام عبدالکریم کو تحریر کرکے بھیج دیں۔

عبدالکریم نے جواب دیا:

وہی بات ہم منہ سے نکالتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو وہ بات واقع بھی نہیں ہوتی۔ بے شک وہ واحد ہستی ہے جس سے ہم سب کچھ حاصل کررہے ہیں۔

شعیب اور میمون دونوں نے اس جواب سے یہ نتیجہ نکالا کہ عبدالکریم نے ہماری حمایت کی ہے۔

[نوٹ؛ ذرا تصور کریں کہ مثال کے طور پر صوفی محمد گروپ نے کہا کہ عوام کو مارنا جائز نہیں، لیکن فضل اللہ گروپ نے کہا کہ جائز ہے، دونوں بیوقوفوں نے اپنے مہاپنڈتوں کو جیسے محسود گروپ یا کانا مُلا گروپ کو لکھ بھیجا، آگے سے اُس عقلمند کی اولاد نے بھی ایسا ہی گھسیارا جواب دیا، تو جناب توحید پرستوں کے ۲ گروپس بن گئے۔ یہی آجکل بھی ہورہا ہے]

(۲) ثعلبہ نامی ایک عجردی نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے ایک رشتہ دار عجردی سے کردی جس کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں تھا، پھر ثعلبہ نے اپنی بیوی سے کہلوایا:
لڑکی بالغ ہوگئی ہے؟ اگر لڑکی بالغ ہوگئی ہے اور اسلام پر اس شرط کے ساتھ راضی ہو جو شرط عجاردہ کے نزدیک زیادہ معتبر ہے تو اس کی شادی کردے اور مہر کی رقم کا خیال نہ رکھے کہ وہ کتنی ہے۔
بیوی نے ثعلبہ کو جواب دیا:
میری بیٹی مسلمان ہے اس لیئے شادی جائز نہیں اس بات کا کوئی تعلق نہیں کہ وہ بالغ ہے یا نہیں۔

جب عبدالکریم کے سامنے ثعلبہ نے یہ جواب پیش کیا تو عبدالکریم نے براۃ اطفال کا فیصلہ صادر کردیا۔ثعلبہ کا اس سے اختلاف ہوگیا اور ثعلبہ نے ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی، وہ فرقہ اس کے نام سے مشہور ہوگیا۔

اباضیہ فرقہ

اس فرقے کے لوگ عبداللہ بن اباض کی اتباع کرتے تھے، یہ فرقہ خارجیوں میں سب سے زیادہ معتدل مزاج تھا۔عقائد ونظریات کے لحاظ سے خارجیوں کا کوئی فرقہ بھی اسلام سے اتنا قریب نہیں تھا جتنا فرقہ اباضیہ۔اس فرقے کے لوگ انتہا پسندی اور تشدد سے الگ تھے۔اعتدال اور اقتصار اس فرقے کا شیوہ تھا۔

اباضیہ کے بنیادی نظریات:
فرقہ اباضیہ کے نظریات مندرجہ ذیل ہیں:
(۱) غیر خارجی نہ مشرک ہیں نہ مومن اگرچہ کفران نعمت کا ارتکاب کریں تو کافر کہلائیں گے۔
(۲) دھوکے یا فریب سے کسی غیر خارجی کی گردن ماردینا جرم ہے مگر اعلانیہ قتل کرنا جائز ہے۔
(۳) بادشاہ کی چھاؤنی دارالحرب کے حکم میں ہوگی اور توحید کا اقرار کرنے والے کو مسلمان سمجھا جائے گا۔
(۴) غیر خارجی کو شکست دینے کے بعد اس کے جنگی ہتھیار، جانوروں نیز ہر قسم کے سامان رسد کو اور ان تمام چیزوں کو جو جنگ میں کام آتی ہیں، مالِ غنیمت میں شامل کرلیا جائے گا مگر سونے اور چاندی کے زیورات کو مالِ غنیمت میں شامل نہیں کیا جائے گا، یہ زیورات ان کے سربراہوں کو واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔

(۵) غیر خارجی (مسلمان) کی شہادت قابلِ قبول ہوگی۔
(٦) غیر خارجی کو وارث بنانا جائز ہے اور اس کی وراثت لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت علیؓ کا عظیم فرمان:

فرقہ اباضیہ کے ان عقائد سے واضح ہو گیا کہ یہ فرقہ خارجیوں کے دوسرے فرقوں کی نسبت زیادہ اعتدال پسند تھا اور اپنے مخالف لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف اور رواداری کو ترجیح دیتے تھے۔ شاید ان وجوہات کی بناء پر ہی یہ فرقہ عالمِ اسلام کے بعض گوشوں میں ابھی تک موجود ہے۔ خارجی فرقے کی بنیاد انتہا پسندی، اور غلو پر تھی، فہمِ دین اور دین کے معاملات میں حد سے زیادہ متشدد اور انتہا پسند تھے اس بات نے ان لوگوں کو گمراہ کر دیا، یہ اپنی گمراہی کے باعث دوسرے مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہے شاید اس مخلصانہ گمراہی کی بدولت ہی حضرت علیؓ نے اپنے اصحاب کو وصیت فرمائی تھی؛

میرے بعد کسی خارجی سے جنگ نہ کرنا کیونکہ جو انسان حق کی تلاش کے لیئے نکلا مگر حق کو نہ پا سکا، وہ بہر حال اس شخص کی طرح نہیں ہے جو باطل کی تلاش کے لیئے نکلا اور اس نے اس کو پا لیا۔

حضرت علیؓ کے اس قول سے واضح ہو گیا کہ اموی باطل کے طالب تھے اور خوارج ان کے مقابلے میں حق کے متلاشی تھے۔ خوارج نے حق کی تلاش میں ٹھوکر کھائی اور اموی لوگوں نے باطل کو پا لیا۔
حق کی کوشش کے باوجود خوارج میں ایسے فرقے بعد میں ہو گئے کہ قرآن پاک میں ان کے مسلک کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ تاویل کے بعد بھی اس مسلک کو کتاب اللہ سے ہم آہنگ نہیں کیا جا سکتا۔

یزیدیہ

اس فرقے کے لوگ **یزید بن انیسہ** کی پیروی کرتے تھے اس سے پہلے یزید بن انیسہ خود فرقے **اباقی** سے تعلق رکھتا تھا پھر یہ فرقہ اباقی سے علیحدہ ہو گیا اور اپنا ایک نیا فرقہ بنا لیا اس فرقے کا پیشوا خود بن گیا، اور وہ فرقہ یزیدیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

(۱) وہ وقت بہت جلد قریب آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ ایک عجمی رسول کو بھیجے گا۔
(۲) جو عجمی رسول تشریف لائے گا وہ شریعت محمدی کو ختم کرنے والا ہوگا۔

مشہور محقق عبدالقاہر بغدادی اپنی تصنیف میں اس فرقے کو اسلام سے خارج (قرار دیتے) ہیں۔
[خصوصی نوٹ: جب ہندوستان میں برطانوی سامراج اور صیہونی ہنود تعاون سے اپنا پہلا وار کیا تھا اور مرزے غلام قادیانی کو تخلیق کیا تھا تو دراصل یہ مسلمانوں میں تفریق نہیں تھی بلکہ یہ انہیں خوارج کی تقسیم در تقسیم شدہ نسل تھی جس نے اس کی منحوس ذات کو لبیک کہا اور آج جس کو دنیا احمدی یا قادیانی کافر کے نام سے جانتی ہے۔ دراصل اگر دیکھا جائے تو یہ سرے سے مسلمانوں کی تقسیم ہے ہی نہیں کیونکہ جتنے بھی فرقے ہیں یعنی ۷۲ گمراہ فرقے۔ اور مشہور دو گروپ ہیں، رافضی اور خوارج، ان سب کا امت کے ساتھ کوئی تعلق سرے سے ہے ہی نہیں، اسی لیئے امت الحمدللہ ۱۴۰۰ سال سے عقیدہ اہلسنت و جماعت پر جیسی تھی ویسی ہی قائم ہے اور اکثریت مقلدوں کی ہے۔ یہ وہابی دیوبندی خارجی وغیرہ یہ سب تو امت کے وجود کا حصہ نہیں ہیں لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ مسلمان تقسیم ہیں فرقہ پرستی ہے، بھائی فرقہ پرستی ہے تو وہ ان ۷۲ گمراہوں کی ہے، ہم اکثریت اہلسنت و جماعت سنی صوفیوں کی نہیں]

میمونیہ

یہ فرقہ میمون العجزی کی پیروی کرتا تھا اس فرقے نے اپنے امام عبدالکریم سے قرض کے معاملے میں اختلاف کیا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، پھر انہوں نے ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی، جو میمونیہ کے نام سے مشہور ہوا۔
اس فرقے کے عجیب و غریب نظریات تھے جو اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے تھے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پوتیوں اور نواسیوں سے نکاح جائز ہے۔[نوٹ؛ مولوی طالب الشیطان کا بھی یہی دھرم ہے]
(۲) بھتیجیوں سے شادی کی جاسکتی ہے۔
(۳) بھانجیوں سے شادی کرنا جائز ہے۔

ان نظریات کے بارے میں میمونیہ فرقہ یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ قرآن پاک میں ان رشتوں کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

میمونیہ فرقہ کے لوگ سورہ یوسف کو قرآن پاک کی سورت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ سورہ یوسف قرآن پاک کی سورۃ کیسے ہوسکتی ہے کیونکہ اس سورۃ کے اندر محبت اور عشق کی داستان بیان کی گئی ہے لہٰذا اس سورۃ کے اندر قرآن پاک کا حصہ بننے کی صلاحیت موجود نہیں ہے کہ اس کو قرآن پاک کی سورۃ تسلیم کیا جائے۔

اس فرقے کی بداعتقادی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تباہ و برباد کردیا اور کہیں بھی آج ان کا نام ونشان موجود نہیں ہے۔ مشہور محقق عبدالقاہر بغدادی نے اس فرقے کو بھی کافر قرار دیا ہے۔

[نوٹ؛ روافض بھی تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، جبکہ قادیانی سرے سے قرآن ہی رد کرچکے ہیں]

مرجئہ:

مرجئہ کا پس منظر:

فرقہ مرجئہ سیاسی طور پر نمایاں ہوا لیکن بعد میں ان لوگوں نے سیاست میں دین کے اصولوں کو بھی غلط ملط کرنا شروع کردیا، وقت کے اسلامی عقائد کو جس مسئلے نے سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کیا اس میں انہوں نے حصہ لیا لیکن یہ مسئلہ سلبی طور پر کچھ یوں تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب شخص جس پر شیعہ، معتزلہ اور خوارج برسرِ پیکار تھے کیونکہ مرجئہ فرقہ کا آغاز سیاسی طور پر ہوا تھا، ہم نے اس فرقہ کو سیاسی فرقہ شمار کیا اور وہ بیج جس نے اس فرقے کو ایک طاقت ور درخت بنایا تھا، وہ حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت کے آخری حصے میں ظاہر ہوا جب حضرت عثمان غنیؓ کی حاکمیت اور ان کے سرکاری کارندوں کے متعلق پروپیگنڈے ہونے لگے اور تمام اسلامی ممالک میں پوری وسعت کے ساتھ مشہور ہو گئے تو اس مسئلے میں مکمل خاموشی اختیار کی حالات کے نازک ہونے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے ان فتنوں میں شریک ہونے سے مکمل اجتناب کیا کیونکہ یہ فتنے مسلمانوں کی جان کے لیئے آفت بن گئے تھے۔ انہوں نے اپنے مسلک کی تائید میں حضرت ابوبکرؓ کی حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بہت جلد فتنے رونما ہوں گے، ان میں بیٹھ جانے والا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص دوڑنے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ خبردار! جب یہ فتنے وقوع پذیر ہوں تو ان میں حصہ نہ لینا اس وقت جس کے پاس اونٹ ہوگا، وہ اس

اونٹ کو سنبھال کے رکھ لے اور جس کے پاس بکریاں ہوں، وہ بکریوں کو سنبھال کر رکھ لے اور جس کے پاس زمین ہو، وہ زمین کو سنبھال کر رکھ لے۔

نبی اکرم ﷺ کی یہ باتیں سن کر ایک آدمی نے دریافت کیا:

اے اللہ کے رسول ﷺ! جب انسان کے پاس نہ اونٹ ہوں اور نہ بکریاں ہوں اور نہ زمین ہو تو وہ کیا کرے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وہ شخص اپنی تلوار کو پتھر پر کھینچ کر مار دے اور وہ تلوار ٹوٹ جائے گی۔ اس طرح اگر وہ نجات پا سکتا ہے تو نجات پا لیگا۔

حتیٰ الامکان صحابہ کرامؓ نے اس جنگ میں حصہ لینے سے گریز کیا اور فریقین کے ساتھ جنگ کے وقت اس بحث میں نہیں پڑے کہ کون حق پر ہے۔ مثلاً سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابو بکرؓ اور عبداللہ بن عمران بن حصینؓ جیسے اکابرین صحابہ کرام نے ان جنگوں کے وقت (ارجا) سے کام لیا یعنی اس مسئلے میں نہ الجھے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

ان مسائل اور فتنوں کے بارے میں نوویؒ بیان کرتے ہیں:

یہ واقعات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مابین مشتبہ تھے حتیٰ کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حیران رہ گئی اور اس جماعت نے ان دونوں گروہوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور جنگ میں شامل نہ ہوئے کیونکہ انہیں کسی بھی پہلو پر پورا یقین حاصل نہ تھا۔

ابن عساکر کا بیان:

اس فرقے کا ذکر کرتے ہوئے ابن عساکر نے کہا ہے:

یہ صحابہ کرامؓ اس واقعہ سے بے خبر تھے کیونکہ جب حضرت عثمان غنیؓ کا قتل ہوا تو یہ جہاد پر گئے ہوئے تھے جب جہاد سے واپس آکر صحابہ کرامؓ نے مدینہ منورہ کے یہ حالات دیکھے تو کہنے لگے جب ہم جہاد پر گئے تھے تو تم سب ایک تھے، کہیں بھی اختلاف کا نام و نشان نہیں تھا اور ہمارے جانے کے بعد آپ لوگوں میں اس قدر اختلافات پیدا ہو گئے کہ جنگ تک نوبت آ گئی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ مظلوم شہید ہوئے اس بات کی شہادت دینے والے لوگ عادل ہیں اور حضرت عثمان غنیؓ کے اصحاب میں سے ہیں اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ کا مؤقف درست ہے، ان کے اصحاب بھی متفق ہیں۔ ہمارے لیئے یہ بات تصدیق طلب ہے، ہم ان دونوں میں سے کسی سے بھی براءت نہیں

کرتے اور نہ طعن و تشنیع کرتے ہیں اور نہ لوگوں کے خلاف شہادت دیتے ہیں اور ہم قیامت کے دن تک اللہ کے سپرد ان دونوں کا معاملہ مؤخر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

ان فتنوں سے مسلمان کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے **شیعوں** نے اہلبیت کی حمایت اور تائید میں انتہائی تعصب اور غلو کا مظاہر کیا۔ اہل تشیعہ کے لوگوں نے اکابرین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر بھی حملے کیئے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ کو کافر قرار دیا، ان لوگوں نے حضرت علی ؓ اور حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت عمر ؓ کے مابین ایسی عداوتیں قائم کر رکھی تھیں جن کا وجود ان کے گروہ کے تصورات میں تھا یا ان کے خیال میں تھا۔

اہل اسلام کو کافر قرار دے کر خوارج نے ایک اور نظریئے کی بنیاد رکھی جس کا علم پہلے سے مسلمانوں کو تھا کہ ہر گناہ کرنے والا شخص کافر کہلائے گا۔ ان سب پر حکومت بنوامیہ کی تھی جس کا یہ خیال تھا کہ اس جھنڈے کے نیچے مسلمان خواہ مجبور ہو کر یا اپنی رضا اور رغبت سے اکٹھے ہوں، ان کو اطاعت کرنی ہی پڑے گی چاہے یہ خوش ہو یا ناخوش اور جو ان سے دشمنی رکھے گا، وہ دین سے دور اور ملت سے الگ ہو جائے گا۔

مرجئہ کا طرزِ عمل:

جب یہ نظریاتی اختلافات پیدا ہوئے تو مرجئہ فرقے نے کسی بھی فریق کا ساتھ نہ دیا اور یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، ہم کسی مداخلت میں حصہ نہیں لینا چاہتے۔ فرقہ مرجئہ امویوں کے بارے میں بھی برائی سے ذکر کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے اور امویوں کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں تو ان لوگوں کو مشرک یا کافر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ مسلمان ہی کہلائیں گے، ہم ان کا معاملہ قیامت کے دن تک اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، جو لوگوں کے دلوں کا حال بہتر جانتا ہے اور وہ حساب لینے والا ہے۔ جب گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں بحث نے کافی طوالت اختیار کر لی اور خوارج مسلمانوں کو کافر کہنے لگے اور ان پر تباہی و بربادی کا آغاز کر دیا، مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے لگے تو یہ حکمرانوں کے لیئے دردِ سر بن گئے، تو مرجئہ فرقے نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اس گناہ کے مرتکب کی سزا کو ختم کر دیا جیسے انہوں نے دوسرے

معاملات میں ارجاء کا مسلک اختیار کیا تھا۔

پہلے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والوں کا مسئلہ بعد میں آنے والوں کی طرح سلبی نہ تھا، ان کا فیصلہ اس طرح تھا:
عقیدہ، معرفت، ایمان، اقرار، اور تصدیق کا نام ہے اور ایمان کے ساتھ معصیت کو نقصان پہنچانا نہیں کیونکہ عمل ایمان سے ایک الگ چیز ہے۔ بعض نے غلو اور انتہا پسندی سے کام لیا اور یہ سمجھ بیٹھے کہ ایمان کا تعلق صرف دل سے ہے اگر کوئی زبان سے کفر کا اعلان بظاہر کرتا ہے، بتوں کی پوجا کرتا ہے، یہودیوں، عیسائیوں اور اہل صلیب سے تعلقات قائم رکھتا ہے اور اسلامی سلطنت میں رہ کر تثلیث کا اعلان کرتا ہے اگر اسی حالت میں وہ فوت ہو جاتا ہے تو پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامل مومن ہے۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ کا ولی اور جنتی ہے۔ (ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم)

کچھ لوگوں کا کہنا ہے:
اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سور کو حرام قرار دیا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں کہ مثلاً بکری یا کوئی اور جانور ہی سور ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، ایسا شخص مسلمان ہوگا اگر وہ شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا حج فرض قرار دیا ہے لیکن مجھے اس بارے میں پتہ نہیں کہ بیت اللہ کہاں ہے؟ ہوسکتا ہے وہ ہندوستان میں ہو پھر بھی وہ مومن ہی کہلائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ نظریات میں اس طرح کے نظریات ایمان سے الگ ہیں، یہ نہیں کہ ان میں کوئی شک کر رہا ہے حالانکہ کوئی عقل مند شخص سور اور بکری کے فرق سے کیسے ناواقف ہوسکتا ہے اور نہ ہی کعبہ کی جہت سے لاعلم، حالانکہ بکری اور سور کے درمیان فرق تو ایک مشاہدہ ہے۔

بدنام زمانہ مذہب میں ایمان وحقائق اور اعمال کے ساتھ ہر وہ برا کام ان میں پایا جاتا تھا جس سے ان کی نفسانی خواہشات کی تکمیل ہو جائے، ان میں سے ایک گروہ نے ان باتوں کو مشہور کر دیا اور اس طرزِ عمل کو اپنا مسلک اور مذہب بنالیا اگرچہ مصندوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور اسے اپنے گناہوں کا سبب، نقصان کا آلہ اور اپنے فاسدہ اغراض و مقاصد کا پردہ بنالیا اور بہت سے لوگوں کے دلوں میں نفسانیہ خواہشات نے گھر کر لیا۔

ایک دلچسپ واقعہ:
ابوالفرج اصفہانی بیان کرتے ہیں:

ایک مرجئہ اور ایک شیعہ کے درمیان جھگڑا ہوگیا، انہوں نے طے کیا کہ جس سے سب سے پہلے سامنا ہو جائے، وہی حکم تسلیم کرلیا جائے گا۔
اگر چہ ایک (اباحی) (ہر چیز کو جائز قرار دینے والا) نفس پرست سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی، دونوں نے اس سے پوچھا:
شیعہ یا مرجیہ؟ دونوں میں سے کون بہتر ہے؟ اباحی نے جواب دیا، میرا اوپر والا حصہ شیعہ ہے اور نیچے والا حصہ مرجیہ ہے۔

اس بات سے پتہ چل گیا کہ دونوں گروہوں میں مرجیہ کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔
(۱) ایک گروہ وہ ہے جو صحابہ کرامؓ کے اختلاف اور ان لوگوں کے اختلاف کے بارے میں خاموشی اختیار کرتا تھا جو صحابہ کرامؓ کے زمانے سے قریب تھے اور بنوامیہ کا دور ہے۔

(۲) دوسرا گروہ جس کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کفر کے علاوہ ہر گناہ کو معاف کردے گا اس لیئے ایمان کے ساتھ معصیت کچھ نقصان دہ نہیں جس طرح کفر کے ساتھ اطاعت کچھ فائدہ نہیں دیتی، ان فاسق لوگوں نے اس طرح اپنے مذہب میں برائیوں کا دروازہ کھول دیا، ایسے لوگوں کے متعلق زید بن علی بن حسینؓ نے بیان کیا ہے:

میں فرقہ مرجئہ سے براءت چاہتا ہوں جنہوں نے فاسق لوگوں اللہ کے عفو کا لالچ دیا اور ان باطل نظریات کی وجہ سے اس فرقے کے لیئے مرجیہ کا لفظ استعمال کیا گیا جس نے دوسروں کو طعن و تشنیع کے سبب گمراہ کردیا۔

معتزلہ اور مرجیہ:

فرقہ معتزلہ ہر اس شخص کو مرجیہ کہتا تھا جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگر اس کو سزا ملی بھی تو وہ کچھ عرصہ جہنم میں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے گا اسی اعتبار سے بعض لوگ امام اعظمؒ اور صاحبین پر بھی مرجیہ کا لفظ استعمال کرنے لگے۔

مرجیہ اور حنفیہ:

الملل والنحل میں **شہرستانی** تحریر کرتے ہیں:

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو (مرجیہ السنۃ) کہا جاتا تھا اور بعض مؤرخین نے انہیں مرجیہ کے گروہ میں بھی شامل کیا ہے شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ایمان دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے جو نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ عمل کو ایمان سے الگ کرر ہے ہیں اور اسطرح کا فتویٰ کوئی اور شخص کیسے دے سکتا ہے؟

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ قدریہ اور جبریہ کا رد کرتے تھے، یہ فرقے ابتدائی دو صدیوں میں نمایاں ہوئے تھے اور فرقہ معتزلہ ہر اس شخص کو مرجیہ کہتا تھا جو ان سے تقدیر کے مسئلے میں اختلاف کرتا تھا۔ خوارج کا معاملہ بھی اس طرح کا ہے کہ اس بات سے ظاہر ہوا کہ **خوارج اور معتزلہ دونوں گروہوں نے یہ لقب ان کے خلاف استعمال کیا ہے۔**

اسطرح امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے علاوہ ایک کثیر تعداد کو مرجیہ میں شمار کیا جانے لگا جن میں حسن بن محمد بن علی ابن ابی طالبؓ، سعید بن جبیرؒ، طلق بن حبیبؒ، عمرو بن مروہ، محارب بن رثاء، مقاتل بن سلیمان، حماد بن ابی مسلمہ، اور قدیہ بن جعفر کا نام قابل ذکر ہیں۔ **یہ سب کے سب آئمہ فقہ وحدیث ہیں، انہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والوں کو کافر قرار نہیں دیا اور نہ ان کے بارے میں ہمیشہ جہنم میں رہنے کا فتویٰ دیا ہے۔**

اس زمانے میں فرقہ مرجیہ اور دوسرے فرقوں خاص طور پر خوارج کے مابین بحث ومباحثے کی مجالس بھی منعقد ہوا کرتی تھیں، ابوالفرج اصفہانی اپنی تصنیف الانجانی میں بیان کرتے ہیں کہ شراۃ اور مرجیہ کی مجالس میں ثابت بن قطنہ بھی بیٹھا کرتا تھا، جو بحث ومباحثے کے لیئے خراسان میں اکٹھے ہوئے تھے۔ ثابت بن قطنہ مرجیہ کی طرف مائل ہو گیا اور ان لوگوں کو پسند کرنے لگا۔ ایک مرتبہ جب یہ لوگ اکٹھے ہوئے تو ان کے سامنے ثابت بن قطنہ نے ایک قصیدہ پڑھا جو ارجاء کے بارے میں تھا:

اے ہند میں سوچتا ہوں کہ زندگی ختم ہونے والی ہے۔
اور میں معاملے کو فانی سمجھتا ہوں
میں اس دن سے متعلق ہوں جہاں ابھی پہنچ نہیں ہو سکا گر ہم آج کا دن (اس پر) قربان کر دیں

میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہے اگر میں اس کو پورا کرسکوں میری میت کے پاس وہ فرشتے ہوں گے جو نیک لوگوں کے پاس آیا کرتے ہیں

اے ہند میری بات سن، بے شک ہمارا نظریہ یہ ہے

ہم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اگر معاملہ کہیں اشتباہ آجائے تو ہم ارجاء کرتے ہیں (یعنی معاملہ اللہ کے سپرد کردیتے ہیں)

اور جہاں ظلم وستم ہو رہا ہو وہاں پر صحیح بات کی تصدیق کرتے ہیں

مسلمانوں نے اسلام کا علم حاصل کیا

مشرک اپنے مذہب میں حیران اور پریشان پھر رہے ہیں

میں اس بات کو درست تسلیم نہیں کرتا کہ کسی آدمی کو گناہ نے شرک کی حالت تک پہنچا دیا ہو بشرطیکہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ جو (بے نیاز) ہے اس کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہو۔

جب تک ہمیں مجبور نہ کردیا جائے ہم کسی کا خون نہیں بہاتے

اگر ہم کسی کا خون بہاتے ہیں تو کسی معقول وجہ کے تحت ایسا کرتے ہیں

جو انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دل میں رکھتا ہے تو یقیناً اسکے لیئے اجر ہے

جب کل کو حساب لیا جائے گا

اللہ تعالیٰ جو فیصلہ کردے اس کی تردید نہیں

اور جو فیصلہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے، وہ اچھا ہی ہوتا ہے

اپنے قول میں تمام خوارج برسرِ خطا ہیں

وہ اپنے نظریات میں اجتہاد سے کام کیوں نہیں لیتے

جہاں تک حضرت علیؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی بات ہے یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں

وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور ان سے کبھی گناہ سرزد نہیں ہوا

دونوں صحابہ کرامؓ کے مابین محبت تھی

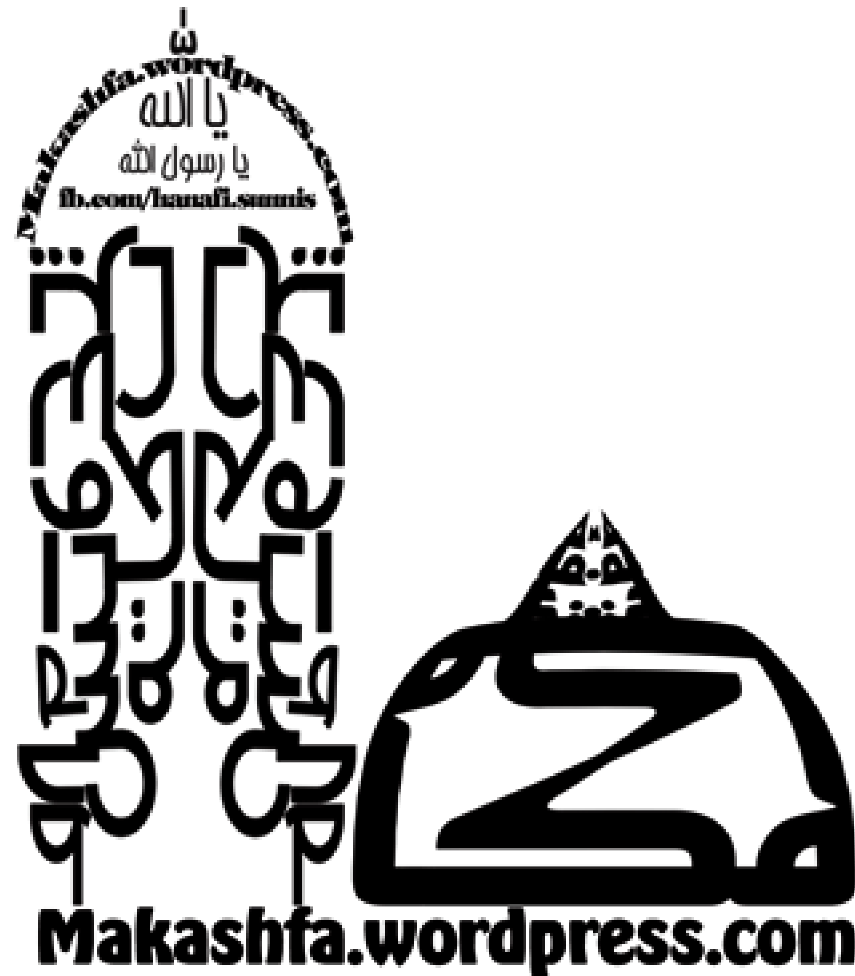
اللہ تعالیٰ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کو ان کے اعمال کا اجر دے گا

اور مجھے معلوم نہیں کہ کس کی فضیلت میں کیا منقول ہے

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا ۔اور ہر انسان اللہ تعالیٰ سے عنقریب تنہا جا کر ملے گا۔

یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔ مزید اگلی قسط میں شائع کیا جائے گا۔ یہ معلومات استاد ابوزہرہ مصری، عبدالقادر، امام شہرستانی، ابن سعد وغیرہم کی تصانیف پر مشتمل ہیں۔

مکاشفہ: موجودہ دور میں خوارج کے جو بنیادی گروہ ہیں ان کے نام آپ کی سہولت کے لیئے اس تصویر میں دیئے جارہے ہیں جو کہ پوسٹ کے نیچے دیکھی جاسکتی ہے۔ تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی ہے، اس لیئے ہمیں خوارج کے بارے میں اگر جاننا ہے اور سمجھنا ہے تو اس کے لیئے ان کی بھی تاریخ سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ موجودہ دور میں ہمارے وطن میں جو دہشتگردی پائی جاتی ہے ان سب کے تانے بانے جا کر انہیں خوارج اور روافض کے گروہوں سے ملتے ہیں۔ عراق، وغیرہ میں جو خوارج کررہے ہیں وہ دیکھ کر صاف صاف اندازہ ہوجاتا ہے کہ عربوں کی جہالت اور نسل پرستی کے گھمنڈ نے ان کو تباہ کردیا تھا، وہی گھمنڈ ہمارے وطن میں ہمارے پختون بھائیوں کو تباہ کررہا ہے، تبلیغی جماعت سمجھی جانے والی تنظیم ہو یا سپاہ صحابہ کے نام پر، یہ سب کے سب ابلیس کے نئے زمانے کے پرانے ہتھیار ہیں۔ اللہ سب مسلمانوں کو ان کے شر سے نجات عطا فرمائے اور ہمیں ہماری کوششوں میں بار آور کرائے۔ آمین بجاہ النبی ﷺ۔



گزشتہ سے پیوستہ

جبریہ

مسئلہ جبروقدر:

مسئلہ قدر اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وارادہ کے ساتھ انسان کے ارادے اور قدرت کے معاملے پر مسلمانوں نے صحابہ کرامؓ کے عہد سے ہی غوروفکر شروع کر دیا تھا۔عربی تہذیب کی سادگی اور مزاج کے مطابق لوگوں نے ان مسائل میں کچھ زیادہ گہری دلچسپی نہیں لی اور نہ ہی اس کی گہرائیوں میں جانے کی کوشش کی اور نہ بحث ومباحثے کے ذریعے اس کو زیادہ اچھالا، نہ اسے ایک ایسا مذہب اور مسلک بنالیا جوان پر حاوی ہوجاتا۔

جب صحابہ کرامؓ کا دورِ حکومت اختتام پذیر ہونے لگا اور صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد دنیا سے رخصت ہونے لگی تو قدیم مذاہب اور ادیان کے ساتھ مسلمانوں کا میل جول اور باہمی تعلقات بڑھے تو اس بحث نے طوالت اختیار کر لی اور اس مسئلے کے بارے میں نظریات پھیلنے لگے اس طرح کے مسائل میں قدیم ادیان اور مذاہب کے پیروؤں کا جو طریق کار تھا، مسلمان بھی اس طریق کار پر چل نکلے۔

جس فرقے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس کا کہنا ہے کہ انسان اپنے افعال کا ذمہ دار نہیں ہے بلکہ وہ جو کچھ کرتا ہے اسے اس کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔
اس مذہب کی بنیادی اساس یہ تھی کہ کسی فعل کی نسبت انسان کی طرف نہیں کی جاسکی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرنی چاہیے کیونکہ انسان میں ایسی طاقت نہیں کہ وہ اپنے افعال پر مجبور ہوجائے انسان کو نہ ارادہ اور اختیار حاصل ہے اور نہ قدرت۔

اللہ تعالیٰ اپنی رضا سے اس سے افعال صادر کرواتا ہے جس طرح تمام جمادات سے افعال کا صادر کرواتا ہے، رہی انسان کی طرف نسبت افعال تو یہ مجازی طور پر ہے جیسے جمادات کی طرف یہ اضافی نسبت ہے۔

مثلاً کہتے ہیں:
درخت نے پھل پیدا کیا، پانی بہنے لگا، پتھر حرکت میں آیا، سورج طلوع وغروب ہوا، بادل آسمان پر چھا گئے، بارش برسنے لگی، زمین زرخیز ہوگئی اور خوب فصل پیدا ہوئی، ثواب اور عذاب جبر ہے، جب جبر ثابت ہو جائے تو افعال کا پابند ہونا بھی جبر ہی ہے۔ مشہور محقق ابن حزم نے اہلِ جبر کے نظریات کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں؛

جو دلیل جبریہ پیش کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (فعال) ہے، مخلوق میں سے کوئی بھی اس جیسا نہیں۔ پس لازم بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (فعال) نہ ہو۔ نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان کی طرف فعل کی نسبت اس طرح ہے جیسے تم کہتے ہو، زید انتقال کر گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے موت کا شکار کیا ہے۔

تاریخی پس منظر

اس فرقے کی بنیاد کس نے رکھی اور یہ بات سب سے پہلے کس کے منہ سے نکلی تھی۔ مکتبہ فکر نے بڑی تحقیق کے بعد معلوم کیا کہ قطعیت کے ساتھ اس کا پتہ چلانا بہت مشکل ہے کہ کس نے سب سے پہلے یہ عقیدہ پیش کیا، اسی وجہ کی بناء پر اس عقیدے کی تاریخِ آغاز کا تعین دشوار ہے اور یہ معلوم کرنا بھی ایک مشکل کام ہے۔

یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکی ہے کہ بنوامیہ کے عہد میں جبریہ عقائد پھیل چکے تھے اور ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگئی کہ ایک مستقل مذہب کی شکل اختیار کر گئے۔
ہمارے سامنے دو اصحاب کی کتب ہیں، یہ دونوں بزرگ اموی حکومت کے آغاز سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرتضیٰ نے اپنی کتاب (الامنیۃ والامل) میں بیان کیا ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا خطاب:

ان دونوں اصحاب میں سے ایک عبداللہ بن عباسؓ ہیں، یہ جبریہ فرقے سے اہل شام میں خطاب کرتے ہوئے انہیں جبریہ اقوال سے منع کرتے ہیں اور بیان کرتے ہیں؛

اما بعد! کیا تم لوگوں کو تقویٰ و پرہیز گاری کی تلقین کرتے ہو حالانکہ تمہاری وجہ سے بہت سے متقی لوگ گمراہ ہو گئے؟ تم لوگوں کو معصیت سے روکتے ہو بلکہ تمہاری وجہ سے کئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، ہم نوا لوگوں سے جنگ کرتے ہو، ظالموں کو دوست رکھتے ہو، مساجد میں فتنہ وفساد پیدا کرتے ہو، شیطان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن گئے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ بات منسوب کرتے ہو، اپنے گناہوں کو اس پر ڈالتے ہو اور بہادری کے ساتھ اس کی طرف منسوب کرتے ہو۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جس کی تلوار میان سے باہر نکلی ہو؟ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی گواہی نہ دے؟ تم وہی لوگ ہو جو ان باطل نظریات کی بناء پر ایک دوسرے کے دوست بنے ہوئے ہو، کیا تم غلط عقیدے پر متفق نہیں ہو اس بے دینی میں تمہارا حصہ کتنا زیادہ ہے۔ کثرت سے ان لوگوں میں شامل ہوتے ہو، کیا تم ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہو جو اللہ تعالیٰ کے مال پر ناجائز تسلط کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مناروں کو گرادیتے ہیں جو یتیموں کے مال پر قبضہ کر کے ان میں خیانت کرتے ہیں۔

تم لوگوں نے ناپاک ترین مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق دیا اور اہل حق کو اس سے رسوا کیا۔ اہل حق کی تعداد کم ہو گئی اور وہ کمزور پڑ گئے، تم نے اہل باطل کی مدد کی اور وہ لوگ ترقی کر کے کثرت میں ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکو اور اس سے توبہ مانگو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

[نوٹ: جو اللہ تعالیٰ کے مناروں کو گرادیتے ہیں، صحابیء رسول اللہ ﷺ کی بات کو غور سے پڑھیں اور پھر سوچیں کہ آج کونسا طبقہ مناروں کا مخالف ہے؟ اور کونسا طبقہ ہے جو کہ شعائر اللہ یعنی مزارات وغیرہ کی بے حرمتی کرتا ہے؟]

جبریہ فرقہ کی بہ الفاظ صریح مذمت اس رسالے میں موجود ہے جیسا کہ بیان کرتے ہیں:

تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ بات منسوب کرنے والے ہو، اپنے جرائم کو اسی کی طرف تھوپتے ہو اور بہادری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت کرتے ہو۔

[نوٹ: غور کیجئے کہ آج کے وہابی دیوبندی طبقے کا بھی کم وبیش یہی عقیدہ ہے یعنی ان کے مولوی اسماعیل دہلوی نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ پر قادر ہے، وہ بول سکتا ہے لیکن بولتا نہیں (معاذ اللہ)، کیا یہ صریحاً اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی

نہیں؟ جبکہ قرآن میں واضح ہے کہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے تو جھوٹ بھی تو عیب ہے، اللہ ان جاہلوں سے امت کو محفوظ رکھے آمین]

حضرت حسن بصریؒ کی ہدایت :

حضرت حسن بصریؒ کا دوسرا رسالہ جو انہوں نے اہل بصرہ کی ایک جماعت کو تحریر کر کے بھیجا تھا، وہ فرماتے ہیں!

جو اللہ تعالیٰ کی قدر اور قضا پر ایمان نہیں رکھتا، وہ حقیقت میں کافر ہے اور جس نے اپنے گناہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیئے در حقیقت اس نے کفر کیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی اطاعت زبردستی کی نہیں ہوتی اور نہ ضعف حدت کی وجہ سے اس کی نافرمانی کی جاتی ہے کیونکہ مالک نے اس کو اختیار دیا اور قادر نے اس کو قدرت بخشی اور جب وہ اطاعت کریں گے تو وہ کبھی بھی ان کے اور ان کے افعال کے درمیان حائل نہ ہوگا اگر نافرمانی کریں گے تو اگر چاہے گا تو ان کے افعال کے درمیان حائل ہو جائے گا۔ وہ نافرمانی نہیں کریں گے تو اس پر ان کو مجبور نہیں کرے گا اگر جبر کرے گا تو اس کی سزا کو ختم کر دے گا اگر انہیں معاف کر دے گا تو یہ اس کی شانِ قدرت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے جو عام لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں تو اللہ تعالیٰ کا ان پر انعام ہے کہ ان کو خیر کی توفیق دی اور اگر غلط راستے پر چلے تو یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے خلاف حجت ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا واقعہ

جبر کے بارے میں مکمل تفصیل اس رسالے میں موجود ہے۔
علی بن عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

میں اپنے والد صاحب کے پاس تشریف فرما تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے دریافت کیا:
اے ابن عباسؓ! یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا خیال ہے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں، وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے صادر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ معصیت کرنے والوں پر جبر سے کام نہیں لیتا۔

ابن عباسؓ نے جواب دیا:

اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ یہاں کوئی ایسا شخص رہتا ہے تو میں اس کی گردن کو پکڑ کر اس قدر زور سے دباتا کہ اس کی موت

واقع ہوجاتی۔ یہ مت کہو کہ اللہ تعالیٰ معصیت (کرنے والوں) پر جبر نہیں کرتا اور یہ بھی نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ یہ کہنے پر اس کو جاہل قرار دے دو۔

[نوٹ: کچھ ایسا ہی عقیدہ دیوبندی دھرم وہابی دھرم کا بھی ہے جو کہتے ہیں کہ جب تک انسان سے فعل نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کے اس فعل سے بے خبر رہتا ہے۔ معاذ اللہ]

اس بات سے معلوم ہوگا کہ جبر کا نظریہ صحابہ کرامؓ کے دورِ حکومت بلکہ نبی اکرم ﷺ کے عہد حکومت میں ہی پیدا ہو چکا تھا اس نظریئے نے بعد کے دور میں ممتاز حیثیت اختیار کر لی اور مذہب اور دین کی شکل قائم کر لی اسکے پیروکار مسلسل دعوت دیتے رہے اور لوگوں کو اس کا درس و تدریس دینے میں مشغول ہو گئے۔

مسئلہ جبر و قدر کا آغاز

ایک رائے یہ ہے کہ اس نظریئے کو سب سے پہلے ایک یہودی نے پیش کیا، اس یہودی سے بہت سے مسلمانوں نے سیکھا اور پھر اس کی نشر و اشاعت کرنے لگے۔ جعد بن درہم پہلا آدمی تھا جس نے شام کے ایک یہودی سے اس نظریئے کی تعلیم حاصل کی پھر جوش و جذبے کے ساتھ بصرہ کے لوگوں میں اس کی اشاعت شروع کر دی۔ جہم بن صفوان نے بعد میں جعد سے یہ علم سیکھا۔ شرح العیون میں مذکور ہے:

جعد سے جہم بن صفوان نے جو کچھ سیکھا، وہ نظریات بعد میں اس کے نام سے مشہور ہو کر جہمیہ مشہور ہوئے۔
ایک روایت کے مطابق ابان بن سمعان سے جعد نے اسے حاصل کیا اور طالوت بن اعلم یہودی سے ابان نے استفادہ کیا۔

[نوٹ؛ ایسے ہی ایک یہودی ابن سبا نے رافضیت کو تباہ کر کے رکھ دیا]

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اس نظریئے کا آغاز یہودیت سے ہوا اور اس کی ابتداء صحابہ کرامؓ اور نبی اکرم ﷺ کے دورِ حکومت میں ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود ہم یہ نہیں کہیں گے کہ یہ یہودیت کا ہی تخم ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے اس

طرح کے نظریات ایرانیوں کے ہاں پائے جاتے تھے ایسے بحث ومباحثے زرتشتیوں اور مانیوں کے ہاں کثرت سے ملتے ہیں۔ یہ مذہب خراسان کے علاوہ کہیں بھی کامیابی حاصل نہیں کرسکا کیونکہ اس فرقے کا سربراہ جہم بن صفوان خراسانی تھا جس کے نام سے یہ فرقہ مشہور ہوا اور اس فرقے کی نسبت اس کی طرف ہی ہے اسے خراسان اور اس کے نواحی علاقوں کے سوا کہیں بھی دعوت کے لیئے مناسب جگہ نہ ملی۔ اگرچہ یہ فرقہ حقیقت میں ایرانی یہودی فرقہ ہے اور اس فرقے میں عربوں کا کوئی حصہ شامل نہیں ہے۔

جہم بن صفوان کے نظریات

اس مسلک کے لوگ جہم بن صفوان کے پیروکار تھے کیونکہ وہ اس مسلک کا سب سے بڑا داعی تھا۔ نیز جبر کی دعوت کے علاوہ اس کے اور بھی آراء تھے جنکی وہ دعوت دیتا تھا، ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اس کا کہنا تھا کہ کوئی چیز بھی ہمیشہ نہیں رہنے والی، حتیٰ کہ دوزخ اور جنت بھی فنا ہو جائیں گے۔ قرآن پاک میں ہمیشگی کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد ہے کہ وہاں طویل قیام کے بعد پھر فنا ہو جانا ہے۔ مکمل طور پر بقاء (مراد) نہیں ہے۔

(۲) اس کا خیال تھا کہ جہل کفر کا نام ہے اور معرفت محض ایمان کو کہتے ہیں۔
(۳) یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور کلام دونوں حادث ہیں۔ (معاذ اللہ)
(۴) اس نے شی یا حی سے اللہ تعالیٰ کو موصوف نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت ایسے الفاظ میں بیان نہیں کرتا جن کا اطلاق مخلوق کے کسی فرد پر جائز ہو۔ نیز اس نے اللہ تعالیٰ کے (دیدار) کی بھی نفی کی ہے۔ اور اس نے اپنے زعم کے مطابق خلقِ قرآن کے بارے میں یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔ ایک کثیر گروہ نے ان آراء میں اس کی پیروی کی جس نظریئے پر اس فرقے کی بنیاد رکھی گئی۔ مشہور ہوا جن عناصر سے مخصوص ہو گیا، وہ قول بالجبر کا مسئلہ تھا یعنی (انسان نہ اپنا ارادہ رکھتا ہے اور نہ فعل)

ان نظریات پر سلف وخلف نے بھرپور طریقے سے تنقید کی، کوئی دقیقہ فروگذاشت اس مسلک کے بطلان میں نہیں تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ، حسن ابن علی ابن ابی طالبؓ اور عمر بن خطابؓ نے ان کے در میں کثرت سے بیان کیا ہے اور بہت سے کتب مجادلات اس مذہب کی تردید میں تحریر کی جا چکی ہیں۔

[نوٹ: ذرا ایک لمحے کے لیئے سوچیں کہ وہابی دیوبندی طبقہ بھی کہتا ہے کہ انسان کو کوئی اختیار نہیں]

معتزلہ فرقہ

معتزلہ کی تائید:

بنو امیہ کے دور حکومت میں فرقہ معتزلہ کی بنیاد رکھی گئی لیکن اس فرقے نے بنو عباس کے عہد حکومت میں خوب ترقی حاصل کی اور اسلامی عقائد پر طویل عرصے تک حاوی رہا۔ خلفائے راشدینؓ اور بنو امیہ کے دورِ حکومت میں عراق مختلف فرقوں کا مرکز بنا ہوا تھا، جن کے نظریات کے مآخذ بھی مختلف تھے ان میں سے بعض عراقی (کلدانی) خیالات کے مالک تھے۔ ان میں بعض لوگ اہل فارس سے متاثر ہوئے، بعض عیسائیوں، بعض یہودیوں سے، بعض اہل عرب سے متاثر ہوئے تے لیکن بعد میں یہ سب کے سب مسلمان ہو گئے لیکن ان لوگوں نے مسلمان ہو جانے کے بعد اسلام کو اسی نظر سے دیکھا جو (وراثتہ) کی نسلوں سے ان کے پاس موجود تھا۔ یہ رنگ ان پر غالب تھا، انہوں نے اپنے نئے دین اسلام کی تکوین پرانے خیالات کے سانچے میں کی۔

ان میں سے بعض لوگ ایسے تھے جنہوں نے خالص تعلیمات کو کسی نئے نظریئے میں پیش نہیں کیا جو خالص اسلامی افکار و آراء کے قائل نہ تھے، وہ قدیم شعور وفکر کی طرف شعوری یا غیر شعوری طور پر مائل تھے۔ قدیم نظریات سے غیر اختیاری طور پر متاثر ہو جاتے تھے اگر علم النفس کی اصطلاح میں غیر اختیاری اثر کو بیان کیا جائے تو اس کا نام (عقلِ باطن) ہو سکتا ہے۔

حضرت علیؓ کے دور حکومت میں جب عراق کے اندر قدیم اور مردہ نظریات سامنے آنے لگے، ان نظریات کے اندر پھر زندگی کی حرارت پیدا ہونے لگی اور بغیر کسی روک تھام کے یہ نظریات منظر عام پر آ گئے، فکری اور نظریاتی اختلاف کے اس ہجوم میں خوارج اور شیعہ کے علاوہ ایک اور بڑا فرقہ سامنے آیا جو معتزلہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

معتزلہ کا ظہور

اس فرقے کے ظہور میں مختلف بیانات ہیں۔

ایک گروہ کے مطابق امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت کے وقت جب حضرت حسنؓ دست بردار ہو گئے تو حضرت علیؓ کے اصحاب کی ایک جماعت مکمل طور پر سیاست سے الگ ہو گئی اور ان کی سرگرمیاں صرف نظریات تک محدود ہو کر رہ گئیں۔

ابوالحسین الطرائفی اس سلسلے میں اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں:
یہ لوگ فرقہ معتزلہ کے نام سے مشہور ہو گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت حسنؓ بن علیؓ نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور ان کی خلافت کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ حضرت حسنؓ اور امیر معاویہ دونوں سے ان لوگوں نے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھے۔ ان اصحاب کی سرگرمیاں صرف مسجد اور گھر تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں، ان لوگوں کا کہنا تھا:

ہمارا تعلق تو بس عبادت اور علم سے ہے۔

علماء کرام کی ایک بہت بڑی جماعت کا کہنا ہے کہ واصل بن عطا المعتزلہ تھا، واصل بن عطا، حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں باقاعدگی سے حاضر ہوا کرتا تھا لیکن ایک سوال بڑے زوردار طریقے سے اس زمانے میں اٹھا جس نے اپنے وقت کے بہت سے لوگوں کے خیالات کو اپنی طرف متوجہ کر لیا کہ (گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟)
اس سلسلے میں حضرت حسن بصریؒ سے واصل بن عطا نے اختلاف کا اظہار کیا اور کہا:

میرے خیال میں گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا شخص مسلمان نہیں ہے بلکہ وہ کفر اور اسلام کی درمیانی حالت میں ہوتا ہے۔

اس اختلاف کے بعد حضرت حسن بصریؒ کے حلقہ سے واصل بن عطا نے علیحدگی اختیار کر لی اور پھر اسی مسجد میں اپنا الگ مرکز قائم کر لیا۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا کہ فرقہ معتزلہ کا نام کیوں اور کیسے مشہور ہوا!

مستشرقین کی رائے

فرقہ معتزلہ کے بارے میں مستشرقین کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ لوگ معتزلہ اس لیئے کہلائے کہ یہ بہت متقی اور پرہیز گار تھے اور لوگوں سے دنیا کی عیش و عشرت سے، زندگی کی تمام خواہشات سے دور رہتے تھے۔ معتزلہ کا لفظ خود بتاتا ہے کہ اس نام سے جو لوگ مشہور ہوئے وہ پرہیز گار اور متقی لوگ تھے۔

مستشرقین کے دلیل کا آخری حصہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ فرقہ معتزلہ میں نیک لوگ، فاسق و فاجر، گناہگار اور ابرار ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔

معتزلہ کے پانچ بنیادی نظریات

ابوالحسن الخیاط اپنی کتاب میں فرقہ معتزلہ کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

جو شخص درج ذیل پانچ نظریات سے متفق نہیں ہوگا وہ معتزلی نہیں کہلائے گا:

(۱) توحید یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار
(۲) وعید وعدے پر یقین پختہ ہو۔
(۳) کفر اور اسلام کے درمیان ایک اور منزل موجود ہونے کا عقیدہ رکھنا۔
(۴) عدل
(۵) امر بالمعروف کا حکم دینا اور نہی عن المنکر سے روکنا

ان پانچ نظریات کا مالک معتزلی کہلائے گا۔

سابقہ سطور میں ہم نے معتزلہ کے پانچ بنیادی نظریات کا ذکر کیا ہے۔ اب ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ ان پانچ بنیادی نظریات کے بارے میں معتزلہ کا مئوقف کیا ہے؟

فرقہ معتزلہ کے بارے میں مستشرقین کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ لوگ معتزلہ اس لیئے کہلائے کہ یہ بہت متقی اور پرہیز گار تھے اور لوگوں سے دنیا کی عیش وعشرت سے، زندگی کی تمام خواہشات سے دور رہتے تھے۔ معتزلہ کا لفظ خود بتاتا ہے کہ اس نام سے جو لوگ مشہور ہوئے وہ پرہیز گار اور متقی لوگ تھے۔

مستشرقین کے دلیل کا آخری حصہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ فرقہ معتزلہ میں نیک لوگ، فاسق وفاجر، گناہگار اور ابرار ہر طرح کے لوگ شامل تھے۔

معتزلہ کے پانچ بنیادی نظریات

ابوالحسن الخیاط اپنی کتاب میں فرقہ معتزلہ کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں:

جو شخص درج ذیل پانچ نظریات سے متفق نہیں ہوگا وہ معتزلی نہیں کہلائے گا:

(۱) توحید یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار
(۲) وعید وعدے پر یقین پختہ ہو۔
(۳) کفر اور اسلام کے درمیان ایک اور منزل موجود ہونے کا عقیدہ رکھنا۔
(۴) عدل
(۵) امر بالمعروف کا حکم دینا اور نہی عن المنکر سے روکنا

ان پانچ نظریات کا مالک معتزلی کہلائے گا۔

سابقہ سطور میں ہم نے معتزلہ کے پانچ بنیادی نظریات کا ذکر کیا ہے۔ اب ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ ان پانچ بنیادی نظریات کے بارے میں معتزلہ کا مئوقف کیا ہے؟

توحید

معتزلہ کے تمام نظریات کی بنیاد توحید کا خالص نظریہ ہے۔ امام ابوالحسن اشعریؒ نے عقیدہ توحید کے بارے میں معتزلہ کے نظریات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے، اس کا کوئی جسم نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی شکل و صورت ہے۔ اس کا خون یا گوشت نہیں ہے وہ جوہر یا عرض نہیں ہے۔ اس کا کوئی رنگ، ذائقہ کا خوشبو نہیں ہے۔ اسے چُھوا نہیں جا سکتا۔ وہ گرمی، ٹھنڈک، خشکی، گیلا پن، لمبائی، چوڑائی اور گہرائی سے پاک ہے۔ وہ اجتماع اور افتراق سے پاک ہے۔ وہ حرکت اور سکون سے پاک ہے۔ اس کے اجزاء اور حصے نہیں ہیں۔ اس کے اعضاء جوارح نہیں ہیں۔ وہ جہاد سے پاک ہے۔ اس کے لیئے دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے، کوئی جہت نہیں ہے۔ وہ کسی جگہ میں نہیں سما سکتا۔ وہ وقت سے ماوراء ہے۔ وہ کسی سے الگ نہیں ہے اور کسی کے ساتھ ملا ہوا بھی نہیں ہے۔ جو باتیں مخلوق کے ساتھ مخصوص ہیں وہ اس سے پاک ہے۔ وہ حادث اور فانی ہونے سے پاک ہے۔ وہ کسی کا باپ نہیں ہے۔ مقدار اس کا احاطہ نہیں کر سکتی، پردے اسے چھپا نہیں سکتے، حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے اس کے بارے میں اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، وہ مخلوق میں سے کسی کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔ اس پر کوئی مصیبت یا آفت نازل نہیں ہو سکتی۔ وہ تصورات سے ماوراء ہے۔ وہ اول، سابق، مقدم، عالم، قادر، ہے آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی۔ بصارت اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ سوچ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی، سماعت اسے نہیں سن سکتی۔ اس کی صفات عام مخلوق جیسی نہیں ہیں۔ صرف وہ ہی قدیم ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور قدیم نہیں ہے، صرف وہی معبود ہے اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اس کی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس کا کوئی وزیر یا مشیر نہیں ہے۔ اپنے ارادے کو پورا کرنے کیلیئے اسے کسی کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے جو چاہا، کسی سابقہ مثال کے بغیر پیدا کر دیا اور یہ اس کے لیئے مشکل نہیں ہے۔ وہ نفع اور نقصان سے پاک ہے۔ وہ لذت اور مزے سے پاک ہے۔ وہ تکلیف اور مصیبت سے پاک ہے اس پر فنا طاری نہیں ہو سکتی ہے اس میں کوئی کمی، کوتاہی، بے بسی، بے چارگی نہیں ہے۔ اسے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی کوئی بیوی یا اولاد نہیں ہے۔

مذکورہ بالا اصولوں کی روشنی میں معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہو سکے گا چونکہ صرف اسی چیز کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا مخصوص جسم ہو، اور جہت ہو۔

اسی طرح معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ صفات، ذات کا حصہ ہوتی ہے، ورنہ متعدد قدیم وجودوں کی موجودگی لازم آئے گی۔
معتزلہ کے نزدیک قرآن مخلوق ہے، کیونکہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے۔

(۲) عدل

فرقہ معتزلہ کے دوسرے اصول (عدل) کے بارے میں مسعودی تحریر کرتے ہیں؛

اس کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شر کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ لوگوں کے افعال کو پیدا کرتا ہے، لوگ جو کچھ کرتے ہیں اور جس سے باز رہتے ہیں، وہ اس قوت کے تحت سب کچھ انجام دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور اس بات سے منع کرتا ہے جس کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جس نیکی کا حکم دیتا ہے اس کے نزدیک پسندیدہ ہے اور ہر برائی جس سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بری ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور نہ ایسا کام اپنے بندوں سے کرواتا ہے جس کی وہ قدرت نہیں رکھتے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جو قدرت اپنے بندوں کو دے رکھی ہے، کوئی بسط و قبض اس کی قوت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جس سے جو کروانا چاہتا ہے، کروالیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو اپنا فرمانبردار بنالیتا اگر اللہ تعالیٰ کی یہ خواہش ہوتی کہ میرا کوئی بندہ گناہ کے قریب نہ جائے تو بے شک وہ اس پر بھی قادر ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ ایسا کرتا تو بندوں کی آزمائش کیسے ہوسکتی تھی۔

ان باتوں سے ظاہر ہوگیا کہ جہمیہ کے اس نظریئے سے فرقہ معتزلہ اختلاف کرتے ہیں کہ انسان اپنے افعال میں مکمل طور پر مختار ہے اس لیئے انسان کو کسی کام کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا، اگر کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس پر کوئی الزام عائد نہیں ہوگا۔ اگر وہ کسی کام کو نہ کرنے پر مجبور ہو تو وہ کیسے نافرمان ہوسکتا ہے۔ اس بناء پر فرقہ معتزلہ کہتا ہے کہ انسان اپنے افعال کو خود پیدا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے افعال کو پیدا نہیں کرتا لیکن اس کو یہ مشکل پیش آئی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو عاجز ہونا لازم نہیں آتا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بدولت ہے جو اس نے انسانوں کو عطا کی ہے۔ وہ عنایت کرنے والا ہے اور دینے والا بھی ہے، اللہ تعالیٰ کو پورا اختیار ہے کہ جو

کچھ انسان کو عطا کیا ہے اس کو واپس بھی لے سکتا ہے۔

(۳) وعدا ور وعید

وعدو وعید کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مکمل اختیار حاصل ہے کہ وہ نیکی کرنے والے پر مہربان ہو اور اس کو (اس کی نیکی) کی اچھی جزا دے اور جو بُرا کام کرتا ہے اس کو (اس کی برائی) کا ویسا ہی بدلہ دے اور اس کو عذاب دے۔ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے شخص کی توبہ اس وقت تک قبول نہ کریں جب تک وہ سچے دل سے معافی نہ مانگ لے۔

(۴) درمیانی درجہ:

علامہ شہرستانیؒ معتزلہ کے اس نظریئے کی تشریح اس طرح کرتے ہیں:

واصل بن عطا کا نظریہ یہ ہے کہ ایمان سے مراد اچھی عادات ہیں جب یہ کسی انسان میں موجود ہوتی ہیں تو وہ مسلمان کہلائے گا، لہٰذا لفظ مومن کسی شخص کی تعریف کرنے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ فاسق شخص کے انسان یہ صفات نہیں پاتے اس لیئے وہ فاسق شخص تعریف کا حقدار نہیں ہے اور وہ مومن بھی نہیں کہلائے گا لیکن اس شخص کو کافر بھی نہیں کہے گا کیونکہ وہ کلمہ شہادت کا اقرار کرتا ہے اور اس میں اچھی عادات پائی جاتی ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اگر اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو اور اس حالت میں اس کو موت آجائے مگر اس نے توبہ بھی نہیں کی تو وہ جہنم میں داخل ہو گا جس میں ہمیشہ رہے گا کیونکہ آخرت میں صرف دو طرح کے لوگ موجود ہوں گے۔ ایک جنتی اور دوسرے دوزخی (گناہ کبیرہ کا مرتکب) اس کو اتنی رعایت عطا کی جائے گی کہ عذاب کی سختی اس پر ذرا کم ہو گی اور وہ کافر سے ایک درجہ اوپر رہے گا۔

اسلوب فکر کے عوامل

فرقہ معتزلہ کے نزدیک مومنین پر نیک کاموں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا واجب ہے جو انسان اسلام کی تبلیغ، گمراہ لوگوں کو ہدایت اور سیدھے راستے سے بھٹکے ہوؤں کی اصلاح کرنے میں مشغول ہیں ممکنا طور پر متعلقہ لوگ وعظ و نصیحت اور تقریر و خطابات سے اس فریضہ کو سرانجام دے رہے ہیں اور جن کے پاس تلوار موجود ہے، وہ تلوار کے ذریعے اس

فرض کو پورا کر رہے ہیں۔ نظریات بیان کرتے وقت فرقہ معتزلہ زیادہ طرح عقلی دلائل پر بھروسہ کرتے ہیں اور شرعی امور کے سوا تمام مسائل کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں جو بات عقلی دلائل سے قابل قبول ہوتی ہے اس کو اختیار کر لیتے ہیں اور جو عقلی اعتبار سے پوری نہیں اترتی اس کو ترک کر دیتے ہیں اگر غور و فکر کیا جائے تو اسلوب فکر کے عوامل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ان لوگوں کا زیادہ تر تعلق عراق اور فارس کے شہروں سے تھا اور یہ دونوں مقامات قدیم تہذیب (حضارت) کا مسکن تھے۔

(۲) بہت سے غیر عربی لوگ بھی اس فرقے میں شامل تھے مگر وہ سب کے سب آزاد کردہ غلام تھے۔

(۳) مخالفین کے نظریات کی تردید نقلی دلائل سے زیادہ عقلی دلائل سے کی جاتی ہے، غیر مسلم سے بحث و مباحثہ کے وقت کتاب اللہ اور حدیث کو دلائل کے طور پر پیش نہیں کرنا چاہئے کیونکہ عقل ہی ایک ایسا معیار ہے جس کو مدمقابل قبول کرنے پر مجبور ہیں۔

(۴) یہ قدیم فلسفیوں کے خیالات سے بھی کافی حد تک متاثر ہوئے کیونکہ ان کا زیادہ میل جول یہودیوں سے تھا، ان لوگوں نے فلسفیانہ نظریات کو عربی زبان میں نقل کر لیا تھا۔

عقلی دلائل پر بھروسہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرقہ معتزلہ کسی چیز کی اچھائی یا اس کی برائی کا فیصلہ عقلی دلائل سے کرتے تھے اور کہتے ہیں؛

تمام اچھی چیزیں عقلی اعتبار سے واضح ہیں اور واجب امور کی طرح قابل قبول ہیں۔ مثلاً عقلی دلائل سے یہ بات درست ہے کہ روزی دینے والے کا شکر ادا کرو اس سے پہلے کہ اس کا شکر ادا کرنے کے بارے میں تاکید کی جائے کہ وہ واقعی ہی شکر کے لائق ہے، اچھائی اور برائی اچھے اور برے کی ذاتی صفات ہیں۔

فرقہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ (صلاح) اور (اصلح) کا وجوب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے نیکی کا پہلو رکھنے والی بات ہی صادر ہو سکتی ہے اور ایسی بات سرزد نہیں ہو سکتی کہ کسی (غیر صالح) امر کا ارتکاب اس کی ذات سے ہو۔

معتزلہ اور اسلامی نظریات کا دفاع

اسلام کے حلقہ میں بہت سے غیر مسلم داخل ہو گئے، ان میں نصرانی، یہودی، صابی، مجوسی سب ہی شمار ہوتے ہیں، ان مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، ان کے پیشوا اپنے سابقہ مذاہب اور ادیان کی تعلیمات سے پوری طرح آگاہ تھے، یہ تعلیمات ان کے ذہن میں بھرپور طریقے سے راسخ ہو چکی تھیں۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد یہ لوگ اپنے عقیدے کی تعریف کرتے تھے کیونکہ انہوں نے اسی نظریئے سے اسلام کو سمجھا تھا بظاہر وہ حاکم وقت کے خوف سے مسلمان ہونے کا اقرار کرتے تھے مگر ان کے دلوں میں غیر اسلامی عقائد چھپے ہوئے تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے اندر اپنے مخصوص نظریات کی دعوت بڑی حکمت عملی کے ساتھ دیتے تھے۔ اور مسلمانوں کے ذہنوں میں اسلامی عقائد کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرتے تھے۔ یہ لوگ ان کے عقائد وافکار کو مکمل طور پر تبدیل کرنے کی کوشش میں مصروف ومنہمک تھے۔

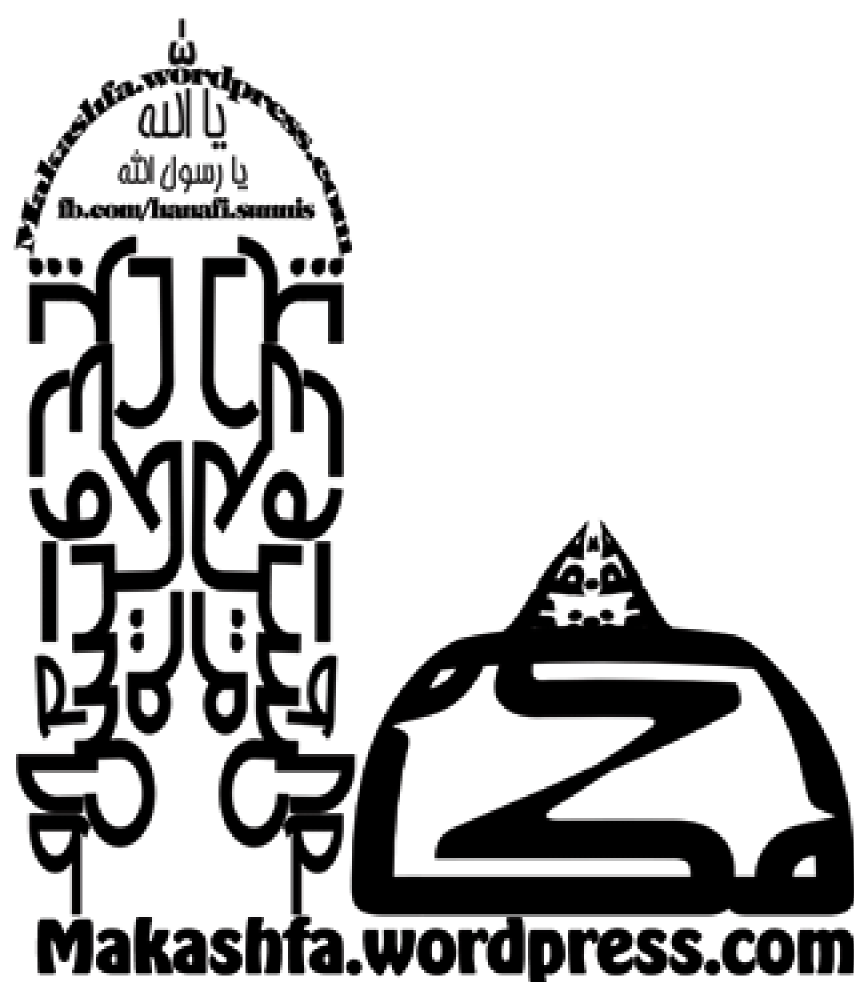
آہستہ آہستہ ایسے لوگوں کے بے شمار گروہ پیدا ہو گئے جنہوں نے ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا تھا لیکن اصل میں وہ اسلام کی بنیاد کو کمزور کرنے کے درپے تھے۔
مثلاً زنا، رقہ، مشبہہ اور مجسمہ شامل تھے۔ فرقہ معتزلہ اپنی فہم وفراست کو اس کے برعکس ڈھال بنا کر سامنے آئے، معتزلہ کے وہ پانچ نظریات جن کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔

اصل میں وہ پانچ نظریات انہی فرقوں کی تردید کے لیئے تھے۔ درحقیقت ان کا عقیدہ توحید مجسمہ اور مشبہہ کی طرح تھا جو اللہ تعالیٰ کی شکل اور جسم کے قائل تھے۔ اصول عدل جہمیہ پر تنقید کرتا ہے یعنی جبر وقدر کے بارے میں ایک واضح مئوقف (وعدو وعید) اصولِ مرجئیہ کی رو میں تھا جس کی رو سے نیکی کی جزا اور برائی کی سزا مقرر رہے۔ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے شخص کو خوارج کافر قرار دیتے ہیں، معتزلہ نے خوارج کے اس مئوقف کی تردید میں ایک اور نظریہ پیش کیا جو نیا تھا اور وہ یہ ہے کہ اسلام اور کفر کی دو مختلف منازل کے درمیان ایک تیسری منزل بھی موجود ہوتی ہے۔ المقنع خراسانی نامی ایک شخص خلیفہ مہدی کے عہد خلافت میں منظر عام پر آیا، یہ عقیدہ تناسخ ارواح کا قائل تھا، اس خراسانی شخص نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور پھر ان کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ (ماوراء النہر) میں رہائش پذیر تھا اس کا زور توڑنے کے لیئے مہدی نے اس سلسلے میں بہت زیادہ مشکلات برداشت کیں۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ مقنع خراسانی کے اثرات ختم کرنے کے لیئے اس کو ازارقہ تک سے ایک طرح کی مفاہمت کی تا کہ کسی طرح بھی یہ لوگ اس کو ختم کر دیں مگر تلوار یہ کام نہیں کر سکتی کہ باطل نظریات کا دم توڑ دے یا مذہب کو موت سے ہمکنار کر دے۔

معتزلہ ایک ایسا گروہ تھا جس نے فساد والوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور عقلی دلائل سے مسلح ہو کر ان کو ختم کر دیا۔ شک کے تمام پردے ہٹا دیئے اور ان کی ضلالت وگمراہی کو واضح کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج کہیں بھی اس مذہب کا نام و نشان تک موجود نہیں ہے۔

[نوٹ: سلفی، اہلحدیث، اور وہابی کہلائے جانے والے طبقے میں آج بھی یہی عقیدہ کارفرما ہے کہ جو مجسمیوں کا ہے۔یعنی اللہ کے لیئے جسم ماننے کا شرکِ اکبر آج بھی ان جیسے توحید پرستوں میں ویسے ہی موجود ہے جیسے پہلے تھا، حوالے کے لیئے ابن تیمیہ، ابن باز، ابن وہاب، ابن قیم جوزی، ابن عثیمین، ابن باز وغیرہم کو ملاحظہ کریں]

جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔



گزشتہ سے پیوستہ

معتزلہ اور عباسیوں کی سرپرستی

فرقہ معتزلہ بنوامیہ کے عہد حکومت میں نمایاں ہوا لیکن اس فرقے کو امویوں سے کوئی زیادہ نقصان نہیں پہنچا اور نہ ہی کسی مسئلے پر اختلاف پیدا ہوا کیونکہ بنوامیہ کے عہد حکومت مین اس فرقے کا عمل سے کوئی تعلق نہیں تھا، ان کی ساری کوششیں نظریات تک محدود تھیں۔ عقلی دلیل کے مقابلے میں عقلی دلیل پیش کرتے تھے، قیاس سے ان لوگوں کو کوئی لگاؤ نہیں تھا اگر تھوڑا بہت بھی تھا تو صرف ان کے دلائل بیان تک محدود تھے یہ لوگ ہتھیار استعمال کرنے کی بجائے عقلی دلائل زیادہ پیش کرتے تھے۔

ہر گروہ میں ان کے پیروکار ظاہر ہو رہے تھے یہاں تک کہ اس فرقے سے بنوامیہ کا شاہی خاندان بھی نہ بچ سکا۔ کہا جاتا ہے ہ یزید بن عبدالملک معتزلی نظریات رکھتا تھا اور معتزلہ کے پانچ بنیادی نظریات کا قائل تھا۔

جب بنوعباس کا عہد حکومت آیا تو بے دین زنادقہ کا طوفان پورے زور کے ساتھ ابھرا تو بنوعباس کے خلفاء نے محسوس کیا کہ اس طوفان کا مقابلہ صرف فرقہ معتزلہ ہی کر سکتا ہے۔ یہ زندیق لوگوں کے تلوار آبدار اور ملحدین کے لیئے ناگہانی آفت ثابت ہوئے یہاں تک کہ مامون رشید کا عہدِ حکومت آ گیا۔ مامون الرشید نے ان لوگوں کو خوش آمدید کہا، انہیں سرکاری اثر ورسوخ عطا کیئے پھر جب اس نے دیکھا کہ فرقہ معتزلہ اور فقہاء کے درمیان اختلافات پیدا ہو رہے ہیں تو مامون رشید نے ان کے درمیان بحث ومباحثے کرائے تاکہ کسی قطعی رائے تک پہنچا جاسکے تو مامون رشید فرقہ معتزلہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُس نے علماء ومحدثین کو فرقہ معتزلہ کا ہمنوا بنانے کے لیئے خلقِ قرآن کے مسئلے میں اپنی حکومت کا سارا دبدبہ ختم کر دیا۔

کسی نظریئے یا مسلک کی حمایت میں کوئی طاقت بھی لوگوں کا عقیدہ تبدیل نہیں کر سکتی پھر جب اسلامی تعلیمات میں زبردستی جائز نہیں تو یہ کیسے ممکن تھا کہ لوگوں پر ایک ایسا عقیدہ مسلط کر دیا جائے جس کی مخالفت کو کسی طور پر کفر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مامون نے پوری کوشش کی کہ مسلمان علماء خلق قرآن کا نظریہ تسلیم کر لیں۔ بعض نے خوف سے، لالچ سے، حالات کی مجبوری کے تحت اس عقیدے کو تسلیم کر لیا لیکن حقیقت میں انہوں نے دل سے اس نظریئے کو تسلیم نہیں کیا تھا لیکن بعض لوگوں نے اپنے عقیدے کے خلاف کوئی بات تسلیم نہیں کی اس سلسلے میں انہوں نے نہایت بہادری کے ساتھ قید و بند کے ظلم وستم کو برداشت کرتے رہے۔

مامون رشید کے دعہد حکومت میں اس مسلک کا آغاز ہوا۔ معتصم بھی بات کی وصیت کے مطابق اس مسلک پر قائم رہا اور ظلم وستم کا

بازار گرم رکھا اس کے بعد واثق باللہ کا زمانہ آیا تو اس نے بھی یہی کچھ کہا بلکہ اس نے ایک اور نئے مسئلے پر (اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں ہے) پر لوگوں کو مجبور کرنا شروع کر دیا۔ یہ فرقہ معتزلہ کا پیدا کردہ نظریہ تھا جب متوکل باللہ مسند خلافت پر فائز ہوا تو اس نے یہ سلسلہ ختم کر دیا اور عقائد کے سلسلے میں لوگوں کو پورا اختیار دے دیا۔

[نوٹ: موجودہ خوارج کے طبقوں (جو کہ آپ گزشتہ قسطوں میں پڑھ چکے ہیں) بھی یہ عقیدہ موجود ہے اور ان موجود خوارج کے کچھ گروہ ہیں جو آج بھی ایسے ہی عقیدے کے پرودرہ ہیں]

معتزلہ اور ان کے مخالفین

ایک مطالعاتی جائزہ

آخر کار فرقہ معتزلہ کے خلاف محدثین اور فقہاء ایک ہو کر سرگرم عمل ہو گئے، ان کی حالت یہ تھی کہ وہ دشمنوں کے درمیان گھرے ہوئے تھے، یہ دونوں گروہ بہادر تھے، ایک طرف سے زنارقہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کے لیئے تیار تھے اور دوسری طرف محدثین اور فقہاء بھی میدان میں نکل آئے۔ فقہاء کے بحث ومباحثے کا غور وفکر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا حملہ فرقہ معتزلہ پر کتنا زبردست تھا، علم کلام اور متکلمین کی مذمت میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبل کافی آگے بڑھ جاتے ہیں، اس طرح فرقہ معتزلہ بھی کوئی بھرپور کوشش نہیں کرتے۔

اب سوال یہ سامنے آتا ہے کہ محدثین اور فقہاء اور فرقہ معتزلہ کا نقطہ نظر اسلام کی کامیابی تھا تو پھر محدثین وفقہاء فرقہ معتزلہ کو حقارت کی نگاہ سے کیوں دیکھتے تھے؟ اور اس فرقے کو برداشت کیوں نہیں کرتے تھے؟ اس کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں جن میں سے چند وجوہات کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

فرقہ معتزلہ دین کو سمجھنے میں سلف صالحین کے طریقے سے ہٹ کر مختلف راستوں پر چلتے تھے۔ سلف صالحین کے نزدیک صرف کتاب اللہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات کی تعریف کا مواد مل سکتا ہے۔ وہ قرآن پاک کے علاوہ کسی دوسرے مآخذ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اور نہ ہی دوسرے ماخذ سے ان کو اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ عقائد کو سمجھنے کے لیئے سلف صالحین صرف قرآن پاک کی آیات پر بھروسہ رکھتے تھے۔ محکم آیات کے بارے میں تو کوئی سوال نہ تھا لیکن جہاں متشابہہ آیات آجاتی تھیں وہاں لغت کے ماخذ کی طرف رجوع کر لیتے تھے اگر پھر بھی سمجھ میں کچھ نہ آتا تو خاموش ہو جاتے تھے اور فتنے سے بچنے کے لیئے خاموشی اختیار کر لیتے تھے، ان کا خیال تھا کہ کہیں سیدھے راستے سے ہٹ کر گمراہی کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

عربوں کے لیئے یہی اسلوب زیادہ مناسب تھا کیونکہ وہ لوگ اُمّی تھے اور فلسفہ و منطق سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔

فرقہ معتزلہ نے اس راستے سے اپنا رخ بدل لیا، ہر مسئلے میں عقل کو راہبر بنایا اور عقلی دلائل کی بناء پر ہی بحث کرتے تھے لیکن فقہاء کے لیئے یہ چیز تکلیف دہ تھی۔ وہ اس سے مانوس نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے لہٰذا نوبت طعن و تشنیع اور نہایت ناگوار گزرنے والے کلمات تک آ گئی، فرقہ معتزلہ کی اکثریت اس برتاؤ کی حقدار نہ تھی۔

ایک مستشرق نے تحریر کیا ہے:

ہم نے فرقہ معتزلہ کی کوئی ایسی آواز نہیں سنی جن کو سن کر یہ اندازہ ہو کہ یہ دین کے مخالف ہیں۔

ثنویہ اور زنادقہ کے نظریات کے لیئے معتزلہ سرگرم عمل ہو گئے، انہوں نے بحث و مباحثہ کا پھر ہتھیار استعمال کیا، وہ مد مقابل کو اسی ہتھیار سے للکارتے تھے، ان کو مد مقابل کے ساتھ دلائل سے لڑنے میں مہارت حاصل تھی جس طرح ایک پہلوان اپنے مقابل پر اسی کے داؤ پیچ سے اس پر حملہ کر دیتا ہے اور اس کو شکست سے دوچار کرنے کے لیئے اس کے آزمائے ہوئے دلائل استعمال کرتا ہے۔ فرقہ معتزلہ نے زنادقہ کو نیچا دکھانے کے لیئے ان کے علوم کا مطالعہ کیا۔
فرقہ معتزلہ نے علوم کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کے دلائل کو اپنا لیا اور ان کے بحث و مباحثہ کا طریقہ اختیار کر لیا، کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

جو شخص دشمن کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے، وہ ہر طرح چوکس رہنے کے باوجود اس سے مربوط بھی ہوتا ہے، اور لڑتے وقت تمام شرائط پر عمل کرتا ہے۔ لڑائی کے وقت دشمن کے تمام افعال اس کی نظر میں ہوتے ہیں اس ربط والحاق کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح دشمن کے طریقوں کو ہی اپنا لیتا ہے بالکل اسی طرح کا حال غور و فکر کی جنگ کا ہے یہاں دونوں فریقین ایک دوسرے سے بحث و مباحثے کی جنگ کرنے کے باوجود ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہیں، کچھ خود فائدہ حاصل کرتے ہیں اور کچھ دوسروں کو دیتے ہیں۔

حنابلہ کو شکایت تھی کہ ان کے عقیدے کے کچھ لوگ ملحدین سے بحث و مباحثہ میں اس مباحثے کے دوران وہ حریف سے اس قدر متاثر ہوئے کہ لوگ اپنے آپ پر قابو نہ پا سکے پھر اس میں حیرانگی کی بات کیا ہے؟ کہ فرقہ معتزلہ میں باہمی بحث و مباحثہ کے سبب زنادقہ اور ثنویہ کے کچھ نظریات شامل ہو گئے تھے۔

فرقہ معتزلہ عقائد کو سمجھنے کے لیئے عقلی دلائل سے کام لیتے تھے، یہ لوگ نص پر بھروسہ نہیں کرتے تھے اگر بھروسہ کرتے بھی تو صرف

اس صورت میں کہ موضوع، بحث کوئی شرعی حکم ہو یا اس سے تعلق رکھتا ہو باقی تمام امور میں عقل کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے تھے اور عقلی دلائل پر ہی انحصار کرتے تھے۔

معتزلہ کی بنیادی فکر

فرقہ معتزلہ کے بارے میں امام ابوالہذیل بیان کرتے ہیں:

ملائکہ اور اہل جنت غیر مختار ہیں کیونکہ اگر وہ خود مختار ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنا مکلّف بنا لیتے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ آخرت دارِ جزا ہے لیکن دارِ سزا نہیں۔ عقلی طور پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ کسی کو اختیار دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے مکلّف بھی ضرور کیا جائے۔

خیاط کہتے ہیں کہ بعد میں ابوالہذیل نے اپنے اس قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

فرقہ معتزلہ میں اس قسم کے تھوڑے بہت نظریات پائے جاتے ہیں جن سے مشتعل اور ناراض ہو کر فقہاء ان کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے اور ان کے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کرنے لگے حالانکہ مناسب طریقہ یہ تھا کہ جن باتوں پر اعتراض تھا اس پر تنقید کرتے اور ایسے فتنوں سے دور رہتے جو انہیں ظلم و زیادتی کرنے والا ٹھہراتے۔

معتزلہ نے جن حضرات کی مخالفت کی، وہ قدر و منزلت کے لحاظ سے بلند مقام رکھتے تھے تو جب وہ اُن کا ذکر کرتے تو بہت زیادہ سخت الفاظ استعمال کرتے تھے۔ فقہ و حدیث کی شخصیتوں کے بارے میں جاحظ کا قول یہ ہے:

محدثین اور عوام مکمل طور پر مقلد ہیں، غور و فکر اور بحث و مباحثے میں عقلی دلائل کو زیادہ پسند کرتے تھے حالانکہ کتاب اللہ اس سے منع کرتی ہے اور یہ کہتے ہیں کہ تمام متقی و عابد اور پرہیزگار لوگ ہم میں سے ہی اگر عبادت گزاری کی بات کی جائے تو ان کی ساری جماعت کے مقابلے میں خوارج جیسے قلیل فرقے کے لوگ زیادہ عبادت گزار ہیں۔

اسی طرح کی بہت سی ایذاء رسانی والی باتیں ایسی تھیں کہ جن کی وجہ سے مسلمان فرقہ معتزلہ سے نفرت کرنے لگے۔

[نوٹ: یہی تو آج بھی خوارج کہتے ہیں مثال کے طور پر اسماعیل دہلوی خارجی کہتا ہے کہ تقلید کی کوئی حاجت نہیں، دیوبند اور وہابی کا عقیدہ آج بھی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے زیادہ علم تو شیطان کو تھا۔ اس کو عبادت کے پیرایہ میں دیکھیں تو بات واضح ہو جاتی ہے

کہ گزشتہ خوارج کی جو نسلیں آج پائی جاتی ہیں ان میں بھی ایسے ہی عقائد کا رواج کم و بیش پایا جاتا ہے، الفاظ مختلف ہو سکتے ہیں لیکن مفاہیم ایک جیسے ہیں]

عباسیوں کی سرپرستی

عباسی خلفاء فرقہ معتزلہ کے بڑے قدردان تھے، انہوں نے صرف قدردانی پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس مسلک کو قبول کرنے کے لیئے لوگوں کو مجبور کر دیا اور اکابر محدثین تک کو معاف نہ کیا، ان کو ہر طرح کی ایذائیں پہنچائیں اور ان پر ظلم وستم کے ایسے پہاڑ توڑ دیئے کہ دیکھنے والے خوف زدہ ہو گئے۔ وہ لوگ عباسی خلفاء سے ہمدردی کرنے لگے اور فرقہ معتزلہ سے نفرت کرنے لگے حالانکہ فرقہ معتزلہ ہی فقہاء و محدثین کی اس پریشانی کا اصل سبب تھا۔ ظلم وستم اور مجبور کرنے کا سلسلہ فرقہ معتزلہ ہی کے کہنے پر شروع ہوا تھا، ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو عباسی خلفاء کی ان زیادتیوں کو بری نظر سے دیکھتے تھے اور اکابر محدثین جس مصیبت میں گرفتار تھے، ان پر انہیں افسوس تھا۔

جاحظ کہتا ہے:

ہم کسی بھی شخص کو کافر قرار نہیں دیتے جب تک اپنی صحبت نہ پہنچا لیں، ہم صرف ان لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کرنا پسند کرتے ہیں جو اہل تہمت ہوتے ہیں نہ کسی شخص کو ڈھونڈ کر امتحان گاہ تک لاتے ہیں نہ ان لوگوں کے راز فاش کرتے ہیں جو مشکوک ہوتے ہیں اگر سب کے راز کھول دیئے جائیں تو سب سے زیادہ بدنام حاکم خود ہی ہوں گے۔

عباسی خلفاء کی بے جا حمایت نے فرقہ معتزلہ سے لوگوں کو الگ کر دیا کیونکہ لوگوں کا کہنا تھا کہ اگر حجت اور دلیل میں کوئی طاقت وقوت ہو تو حاکم کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

یہاں ایک اور حقیقت کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ بہت سے ملحدین معتزلہ کا لبادہ پہن کر ان کی جماعت میں شامل ہو گئے اور اپنے نظریات کی دعوت دینے کے لیئے مشغول ہو گئے، ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ اسلام کی بنیاد کو کھوکھلا کر دے، یہ لوگ جب سامنے آئے تو فرقہ معتزلہ نے ان کو الگ کر دیا۔

ابن الراوندی، ابوعیسیٰ الوراق، احمد بن حافظ اور فضل بن حدثی اسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ ان سب لوگوں نے اسلام میں

ان بدعات کو فروغ دیا، ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو لالچی تھے اور مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے کے لیئے یہودیوں سے پیسے لیتے تھے۔ فرقہ معتزلہ کو جب ایسے لوگوں کے بارے میں معلوم ہوجاتا تو وہ ان سے قطع تعلقی اختیار کرلیتے اور ان کی بری عادتوں پر کوئی توجہ نہ دیتے تھے لیکن اس کا کیا ہوسکتا تھا کہ تہمت برات سے زیادہ ثابت ہوتی ہے۔

[نوٹ؛ آج ہم سب جانتے ہیں کہ خارجی تحریک ظالمان یعنی ٹی ٹی پی میں بھی کئی دھڑے بن چکے ہیں جن کو اب خیال آیا ہے کہ یہ تو ملک کے خلاف باہر سے امداد پر دہشتگردی کررہے ہیں، پہلے یہ بھی چپ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہی حال سیریا، شام، لبنان، عراق وغیرہ میں بھی ہے۔ یہی وہابی دھرم کے پیروکار خارجی یہود و ہنود سے پیسہ لے کر وہاں پر مسلمان علماء محدثین کو شہید کررہے ہیں، آثارِ اسلامی کو ایک منظّم سازش کے تحت ختم کیا جارہا ہے]

معتزلہ اور اہل سنت

سنی علماء کی آراء

فقہاء و محدثین اور فرقہ معتزلہ کے درمیان شدت سے اختلاف پیدا ہوگئے جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ معتزلہ آہستہ آہستہ ختم ہوگئے۔
امام محمد بن الحسن شیبانیؒ نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر کسی معتزلی شخص کی اقتداء میں کوئی نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی اور نماز کو دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔

امام ابو یوسف جو امام الاعظم ابو حنیفہؒ کے خاص شاگرد تھے، انہوں نے معتزلہ کو زندیقوں کے گروہ میں شامل کرنے کا فتویٰ دیا۔

امام مالکؒ جیسے عظیم فقیہہ اور محدث، معتزلی عقائد رکھنے والے کی گواہی کو قابل قبول نہیں سمجھتے تھے۔ معتزلہ سے اختلافات رکھنے سے ان کے طریقہ کار میں ایسی فضا پیدا ہوگئی کہ انہوں نے امام مالکؒ کو فاسق و فاجر قرار دیا۔
[نوٹ: یہی تو آج بھی ہے، علمائے اہلسنت، دیوبندی وہابی کے پیچھے نماز کو جائز نہیں سمجھتے، جو پڑھی جائے گی وہ لوٹائے جائے گی۔ حرمین الشریفین کے ۳۰۰ سے زائد علمائے عرب و عجم نے دیوبندیوں وہابیوں کو اسلام سے باہر قرار دیا تھا، حسام الحرمین دیکھیئے۔ اور یہ بھی نوٹ کرنے کی بات ہے کہ آج یہی خوارج کی موجودہ وہابی نسل امام الاعظمؒ، و دیگر آئمہ کی شان میں کیوں بکواس کرتی ہے وہ امام مالکؒ کی بات سے آپ بخوبی کمپیریزن کرسکتے ہیں]

حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی کے خلاف بغض و عناد پیدا ہوجائے تو پھر میانہ روی ختم ہوجاتی ہے۔ دشمن کے خلاف ہر طریقے کو استعمال

کیا جاتا ہے اور اس وقت حق و باطل کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

معتزلہ کی فکر و فلسفہ

معتزلہ نے بحث ومباحثے میں اپنے حریفوں کے لیے جو طریقہ اختیار کیا اور جس طرح کے دلائل استعمال کیئے، انہیں چیزوں نے مل کر علم الکلام کی شکل اختیار کرلی۔ معتزلہ کے حریفوں میں، مجوسی، بت پرست، شیعہ اور تمام فرقوں کے لوگ شامل تھے۔ تقریباً تین صدیوں تک اسلامی معاشرے میں بحث ومباحثہ، مناظرہ ومجادلہ کی روایت برقرار رہی۔
امراء کی محفل میں وزراء کی محلات ہیں اور علماء کے حلقہ درس میں لگاتار بحث ومباحثہ ہوتے رہے۔ عقائد ونظریات میں اختلاف کا سلسلہ چلتا رہا۔ نئے فرقے اور نظریات جنم لیتے اور اسلامی فکر کو متاثر کرتے رہے۔ ایران، یونان، اور ہندوستان کے کچھ مظاہر بھی دکھائی دیتے ہیں۔

معتزلہ کا اسلوب بحث ومباحثہ ممتاز خصوصیات کا حامل تھا۔ ایک منفرد حیثیت رکھتا تھا اور اہل دین سے جدا بھی نہیں تھا۔ معتزلہ کا مسائل کے بارے میں غور وخوص دوسری امت سے جداگانہ تھا جو خصوصیات ان کے اندر پائی جاتی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

یہ لوگ قطعی دلائل کے بغیر کسی دوسرے پر تقلید نہیں کرتے تھے، دلائل کا احترام کرتے تھے، بڑی شخصیتوں کا نام سن کر مرعوب نہیں ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ یہ ایک دوسرے پر تقلید ہی نہیں کرتے تھے۔ اصولِ دین میں ان کا ہر آدمی اجتہاد کرنے کا مستحق تھا اس بناء پر اس جماعت کے مختلف فرقے بن گئے۔

معتزلہ کے فرقے تو بہت زیادہ ہیں لیکن یہاں چند فرقوں کا ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ مثلاً

(۱) واصلیہ (۲) ہذیلیہ (۳) نظامیہ (۴) بشریہ (۵) معمریہ (۶) ثمامیہ (۷) ثمامیہ (۸) شامیہ (۹) جاحظیہ (۱۰) حائطیہ (۱۱) جناطیہ (۱۲) جبائیہ۔ وغیرہ

(۲) معتزلہ عقائد کے اثبات کے لیئے عقلی دلائل پر پورا بھروسہ کرتے تھے لیکن قرآن پاک کی آیات سے ہی پورا استفادہ کرتے تھے مگر علم حدیث میں ان لوگوں کا مقام بلند نہیں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ نہ تو دلائل میں حدیث کا استعمال کرتے تھے اور نہ نظریات وعقائد کے ثبوت میں حدیث سے استفادہ کرتے تھے۔

کیا جاتا ہے اور اس وقت حق و باطل کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

معتزلہ کی فکر و فلسفہ

معتزلہ نے بحث و مباحثے میں اپنے حریفوں کے لیے جو طریقہ اختیار کیا اور جس طرح کے دلائل استعمال کیئے، انہیں چیزوں نے مل کر علم الکلام کی شکل اختیار کر لی۔ معتزلہ کے حریفوں میں، مجوسی، بت پرست، شیعہ اور تمام فرقوں کے لوگ شامل تھے۔ تقریباً تین صدیوں تک اسلامی معاشرے میں بحث و مباحثہ، مناظرہ و مجادلہ کی روایت برقرار رہی۔
امراء کی محفل میں وزراء کی محلات ہیں اور علماء کے حلقہ درس میں لگاتار بحث و مباحثہ ہوتے رہے۔ عقائد و نظریات میں اختلاف کا سلسلہ چلتا رہا۔ نئے فرقے اور نظریات جنم لیتے اور اسلامی فکر کو متاثر کرتے رہے۔ ایران، یونان، اور ہندوستان کے کچھ مظاہر بھی دکھائی دیتے ہیں۔

معتزلہ کا اسلوب بحث و مباحثہ ممتاز خصوصیات کا حامل تھا۔ ایک منفرد حیثیت رکھتا تھا اور اہل دین سے جدا بھی نہیں تھا۔ معتزلہ کا مسائل کے بارے میں غور و خوص دوسری امت سے جداگانہ تھا جو خصوصیات ان کے اندر پائی جاتی ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

یہ لوگ قطعی دلائل کے بغیر کسی دوسرے پر تقلید نہیں کرتے تھے، دلائل کا احترام کرتے تھے، بڑی شخصیتوں کا نام سن کر مرعوب نہیں ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ یہ ایک دوسرے پر تقلید ہی نہیں کرتے تھے۔ اصولِ دین میں ان کا ہر آدمی اجتہاد کرنے کا مستحق تھا اس بناء پر اس جماعت کے مختلف فرقے بن گئے۔

معتزلہ کے فرقے تو بہت زیادہ ہیں لیکن یہاں چند فرقوں کا ذکر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ مثلاً

(۱) واصلیہ (۲) ہذیلیہ (۳) نظامیہ (۴) بشریہ (۵) معمریہ (۶) ثمامیہ (۷) ثمامیہ (۸) شامیہ (۹) جاحظیہ (۱۰) حائطیہ (۱۱) جناطیہ (۱۲) جبائیہ۔ وغیرہ

(۲) معتزلہ عقائد کے اثبات کے لیئے عقلی دلائل پر پورا بھروسہ کرتے تھے لیکن قرآن پاک کی آیات سے ہی پورا استفادہ کرتے تھے مگر علم حدیث میں ان لوگوں کا مقام بلند نہیں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ نہ تو دلائل میں حدیث کا استعمال کرتے تھے اور نہ نظریات و عقائد کے ثبوت میں حدیث سے استفادہ کرتے تھے۔

[نوٹ؛ جیسے کہ آج وہابیوں سے ہی ایک جماعت المسلمین کا ظہور ہوا اور چند دوسرے گروپس کا جو کہ سرے سے حدیث کے ہی منکر ہیں]

(۳) وہ علوم جو معتزلہ کے زمانے میں عربی زبان میں منتقل ہو گئے تھے، انہوں نے ان علوم سے صرف فائدہ ہی نہیں اٹھایا بلکہ ان میں حصہ بھی لیا۔ ان علوم سے دشمن کو شکست دینے کے لیئے اور اپنی بات سے دوسروں کو متاثر کرنے کے لیئے جو مدد ملتی تھی، انہوں نے اس کو حاصل کرنے کے لیئے کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔
دشمن سے جب بھی بحث و مباحثہ کرتے تو اس کو ہمیشہ شکست دیتے تھے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر مسلمان اس میں شامل ہو گیا جس نے عربی سے ہم آہنگ کسی اجنبی ثقافت کو پایا اس کو قبول کر لیا کیونکہ ان کے نزدیک معتزلہ کے نظریات اسلامی روح، فکر، پاکیزگی، گہری سوچ، فلسفیانہ اور عقلی اور ارباب علم و دانش جیسے لوگوں کی کمی نہ تھی۔

(۴) معتزلہ کو فصاحت و بلاغت اور زورِ کلام میں نمایاں مقام حاصل تھا، اس فرقے میں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو اعلیٰ پائے کا خطیب نہ ہو۔ بحث و مباحثہ میں مہارت نہ رکھتا ہو، دشمنوں کو بدحواس کرنے کے ہتھیاروں سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔ اور حریف کو شکست سے دوچار کرنا تو ان کے ایک ہاتھ کا کھیل تھا۔ جیسے مثال کے طور پر واصل بن عطا وغیرہ

معتزلہ کا مجادلہ فقہاء اور محدثین سے:

انسانی نفسیات کے ماہرین نے یہ اصول پیش کیا ہے کہ جب ایک نظریہ رکھنے والے لوگ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جاتے تو اختلاف میں بہت زیادہ شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی نوعیت کا اختلاف معتزلہ اور محدثین کے درمیان بھی تھا اس اختلاف نے خطرناک صورتحال اختیار کر لی لیکن پھر بھی ایک دوسرے کو کافر قرار نہیں دیتے تھے۔ ان کے اندر جو اختلاف موجود تھا اس کی نوعیت نہایت تکلیف دہ تھی۔

فقہاء اور معتزلہ کا اختلاف عقلی اور دلائلی قسم کا تھا۔ دین اسلام کے طریق فکر میں یہ لوگ الگ الگ راستوں پر سفر کر رہے تھے۔

فقہاء اور محدثین کتاب اللہ اور حدیث کے ذریعے اسلام کو سمجھنے کے عادی تھے، قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ کے مفہوم کو سمجھنا، صحیح اور غیر صحیح کے لیئے وہ اسی کو قابلِ قبول عمل سمجھتے تھے اس کے علاوہ اسلام کی معرفت کو کسی دوسرے راستے سے سمجھنے کو گمراہی سے تعبیر کرتے ہیں اس کے برعکس معتزلہ نظریات کے اثبات میں عقلی دلائل پر بھروسہ کرتے تھے بشرطیکہ وہ کسی دینی نص سے نہ

ٹکراتی ہوں جو اس پر تنقید کرتے ہوں۔ یہ لوگ فلسفہ، منطق سے پورا فائدہ حاصل کرتے تھے اور اسلامی عقائد کے ثبوت کا فریضہ ادا کرتے تھے۔ فقہاء و محدثین نص کی منزل سے آگے بڑھنا گمراہی سمجھتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ عقل دھوکہ باز، فریب کار اور گمراہ کن ہے۔ معتزلہ اور فقہاء کے درمیان بہت سے جزئیات میں اختلافِ آراء موجود تھا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ وہ فریقین کے خلاف بدعت کا فتویٰ ضرور دیتے تھے لیکن ایک دوسرے کو کافر قرار نہیں دیتے تھے۔

سابقہ معلومات میں فقہاء اور محدثین کی عقلیت کا جو ذکر کیا گیا ہے در حقیقت وہی بحث و مباحثہ کا سبب تھا۔ خلق قرآن کے مسئلے کے بارے میں ان حضرات کے تنازعات دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ بغیر سوچے سمجھے عقلی دلائل کا پیچھا کر رہے ہیں۔ تنزیہ باری تعالیٰ کا خیال ان کے ذہن میں جاگزیں تھا، وہ اسی میں مشغول رہتے تھے اس کے علاوہ اگر فقہاء و محدثین کے حزم پر نظر ڈالیئے تو جو بات کتاب اللہ اور سنت سے ثابت نہیں ہوتی اس کو سوچے بغیر مسترد کر دیتے تھے۔ ان محاربات سے واضح ہو گیا کہ جمہور امت نے عقل و فہم کی کشمکش کے دور میں ہمیشہ علماء محدثین کے مؤقف کی تائید کی اور ان لوگوں کا ساتھ دیا۔

عباسیوں کا دورِ حکومت صحیح معنوں میں بحث و مباحثہ کا زمانہ تھا، گفتگو میں مہارت، فصاحت و بلاغت اور طلاقت لسانی کا جو مظاہر عباسی دور میں ہوا اس کی مثال کہیں نہیں ملتی اور اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ غور و فکر کے اس دور میں معتزلہ ہی کامیاب ہوئے۔

مناظروں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ امراء کے محلات میں، مساجد میں اور ہر مناسب مقام پر بحث و مباحثہ کا میدان تیار ہو جاتا تھا۔ بنو عباس کے دور میں جس طرح کثرت سے مناظرے ہوئے اس لحاظ سے ان پر مناظروں پر تفصیل نہیں ملتی۔ شاید اس کی وجہ معتزلہ کی آزمائش تھی جو عباسی خلیفہ متوکل باللہ کے دور میں رونما ہوئی۔ دوسری وجہ مسلمانوں کا ان کے خلاف ہونا تھا۔ اسی بناء پر معتزلہ کے اثرات کثرت سے ضائع ہو گئے۔ تاریخ کے اوراق میں ان مناظروں کے بارے میں بہت تھوڑی تفصیل محفوظ ہے، ان کی قوتِ استدلال اور زورِ بیاں سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ ہر میدان میں کامیاب ہوئے۔

اسی قسط کا اگلا انتہائی اہم حصہ امام الاعظم ابوحنیفہؒ سے متعلق ہوگا۔ پڑھتے رہیئے !!!

اب ہم دو بنیادی نکات پر گفتگو کریں گے؛
(1) اعتقادی وساسی مسائل میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مخصوص افکار وآراء جن میں ان کے زمانے کے علمائے کرام کی ایک بہت بڑی تعداد مصروف ومنہمک رہی تھی۔

(2) امام اعظمؒ کی فقہی آراء:

پہلا نکتہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اس رائے پر مشتمل ہے جو ہو خلافت کے بارے میں رکھتے تھے۔ مثلاً خلیفہ کون (شخص) بن سکتا ہے؟

خلافت کی شرائط کون سی ہیں؟

بیعت کی اساس کیا ہے؟

اس ضمن میں ایمان کے مسئلے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کے بارے میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی رائے کا بھی ذکر کریں گے۔ نیز انسانی افعال اور قدر وقضا کے ان افعال کے ماتحت ہونے میں ان کا مسلک کیا تھا؟

اس بحث میں علم کلام کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ نیز قدر کے مسئلے سے اس کا کیا تعلق تھا؟ امام ابو حنیفہؒ کے عہد میں یہ مسئلہ غیر معمولی طور پر مشہور ہوا اور بحث ومباحثہ کا موضوع بھی بنا تھا پھر امام ابو حنیفہؒ کے ان ذراء کا ذکر کریں گے جو اجتماعیت اور اخلاقیات سے تعلق رکھتے ہیں، سب سے پہلے سیاسی افکار پر گفتگو کرتے ہیں۔

امام اعظمؒ کے سیاسی نظریات؛

امام اعظمؒ کی علویوں سے محبت:

امام ابو حنیفہؒ کے ذاتی حالات کے متعلق جو واقعات پیش کیئے گئے ہیں ان سے واضح طور پر دو باتیں سامنے آتی ہیں۔

(الف) امام ابو حنیفہؒ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد تھی، ان سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اس شیفتگی کی بدولت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ ظلم وستم برداشت کیا بلکہ ان کے بارے میں تو یہ کہنا

چاہیئے کہ یہ اس معاملے میں شہادت کا مرتبہ حاصل کرتے ہوئے بچ گئے۔

(دوئم) امام ابوحنیفہؒ نے علویوں کی ہمراہی میں کسی بغاوت میں عملی طور پر حصہ نہیں لیا۔ خواہ یہ بغاوت بنوعباس کے عہد میں واقع ہوئی ہو یا بنوامیہ کے دور میں، مجلس راس میں اہلبیت کی معاونت پر تلقین کرتے تھے اور اگر کوئی فتویٰ دریافت کرتا تو اسے عملی بغاوت میں شرکت کی ترغیب دی۔ حسن بن قحطبہ بیان کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ ایک مفتی کے مقام سے آگے نہیں بڑھتے تھے جو اپنے ضمیر کے مطابق کسی بھی قسم کی ملامت اور عقوبت سے خوفزدہ نہیں ہوتا اس بناء پر یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ امام ابوحنیفہؒ کے اندر (تشیع) کا میلان موجود تھا اب یہ سوال سامنے آتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کس حد تک شیعیت کی طرف مائل تھے اور زیادہ قریبی تعلق کس فرقے سے رکھتے تھے؟ اسی حقیقت کی ہم یہاں نقاب کشائی کرنا چاہتے ہیں۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین:

امام ابوحنیفہؒ کا (تشیع) اس حد تک بڑھا ہوا نہیں تھا کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فضائل اور ان کے درجات کی ترتیب کا خیال نہ رکھتے بلکہ علویوں کے ساتھ محبت کا جذبہ رکھنے کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم رکھتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل حمیدہ اور تقویٰ کی تعریف اس قدر کرتے تھے کہ کاروبار اور سخاوت میں ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مانتے تھے۔ امام اعظمؒ کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح کوفہ میں کپڑے کی دکان تھی۔

امام ابوحنیفہؒ، حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تقدیم (یعنی فضیلت) کے قائل نہیں تھے۔ حافظ عبدالبر (الانتقاء) میں تحریر کرتے ہیں:

امام ابوحنیفہؒ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت کے قائل تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں سے پیار و محبت کے عقیدے کا اظہار کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے صاحبزادے سیدی حمادؒ بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھے زیادہ محبوب ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کے باوجود حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بُرا نہیں سمجھتے تھے جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذکر آتا تو امام اعظمؒ ان کے لئے دعائے رحمت کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس کے بعض حاضرین کا بیان

ہے کہ کوفہ میں امام اعظمؒ کے سوا کوئی شخص بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیئے دعائے رحمت کرتے ہوئے نہیں سنا گیا۔

امام اعظمؒ اسلاف میں سے کسی پر طعن و تشنیع کرنا درست نہیں سمجھتے تھے بلکہ امام ابوحنیفہؒ نے تو کبھی کسی کو برا بھی نہیں کہا جب مکہ میں امام ابوحنیفہؒ کی عطا بن ابی رباح سے ملاقات ہوئی تو عطا نے کہا:

تمہارا تعلق ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے دینِ اسلام میں نیا فرقہ پیدا کر دیا ہے اور لوگ مختلف گروہ میں تقسیم ہو گئے ہیں، اچھے پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا تعلق کس گروہ سے ہے۔

امام اعظمؒ نے جواب دیا:
میں ان لوگوں سے تعلق رکھتا ہوں جو اسلاف پر طعن و تشنیع نہیں کرتے، قدر و قضا پر ایمان رکھتے ہیں، اور گناہ کبیرہ کے مرتکب شخص کو کافر قرار نہیں دیتے۔

ان بیانات سے واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہؒ حضرت ابوبکر صدیق، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق (شیعانِ علی اہل بیت) کی زبان کو مکمل طور پر پاک اور صاف دیکھنا چاہتے تھے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملاقات:
امام اعظمؒ کے سوانح نگار تحریر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:

میں جب مدینہ منورہ آیا تو وہاں میری ملاقات محمد الباقر سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ عراقی ہماری مجلس میں نہیں بیٹھیں گے لیکن میں مجلس میں بیٹھا رہا۔

امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عظمت میں اضافہ کرے، یہ بتایئے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ امام محمد الباقر نے فرمایا، اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر رحم فرمائے اس پر امام اعظمؒ نے عرض کی کہ عراقی تو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ان سے ناراض ہیں اس پر امام باقر نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی اُم کلثوم کا نکاح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، کیا تم جانتے ہو کہ اُم کلثوم کون تھیں؟ اُم کلثوم وہ خاتون تھیں جن کی نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں جو کہ جنت کی عورتوں کی سردار

ہوگئیں۔ان کے نانا نبی اکرم ﷺ ہیں جوخاتم النبیین تھے۔حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما ان کی والدہ تھیں، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے بھائی تھے جو جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے والد تھے جنہیں اسلام میں اعلیٰ مقام حاصل ہے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس نکاح کے اہل نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی بھی اپنی صاحبزادی کی شادی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نہ کرتے۔

یہ سن کر امام اعظمؒ نے عرض کیا، کتنا اچھا ہوگا کہ اگر آپ اہل کوفہ کو ایک خط تحریر کر کے اپنی طرف سے اس کی تردید کردیں تو امام محمد الباقر نے فرمایا:

اہل کوفہ خطوط کو کب تسلیم کرتے ہیں؟ تم اپنی طرف ہی دیکھ لو کہ میں نے تم کو اپنی مجلس میں بیٹھنے سے منع کیا تھا مگر تم پھر بھی زبردستی بیٹھ گئے باقی اہل کوفہ سے کیا توقع کیا جاسکتی ہے کہ وہ ہمارے خطوط پر عمل کریں گے۔

شیعہ امامیہ کے امام محمد الباقر تھے، ان کی اس گفتگو سے واضح ہوگیا کہ امام ابوحنیفہؒ اہل بیت کو کلی طور پر صاف اور پاک دیکھنا چاہتے تھے۔حضرت ابوبکر اور سیدی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں گستاخی کا جو بدنما دھبہ تھا یہ امام ابوحنیفہؒ کے دل کو آرام و سکون سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔

حضرت علی اور ان کے مخالفین:

امام اعظمؒ کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جتنی بھی جنگیں کیں، ان تمام جنگوں میں وہ حق پر تھے، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے سلسلے میں کسی قسم کی تاویل بیان کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

امام اعظمؒ اعلانیہ کہتے تھے کہ:
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو بھی لڑائیاں لڑی گئی ہیں، ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔اسی طرح حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فرماتے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی امیر المومنین تھے۔حضرت علی نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے صرف اس لیئے لڑائی کی تھی کہ ان دونوں صحابہ کرام نے حضرت علی کی بیعت کرنے کے بعد ان کی مخالفت شروع کردی۔امام ابوحنیفہؒ سے جب جنگ جمل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

اس جنگ میں حضرت علی نے عدل وانصاف کا ساتھ دیا اور بغاوت کرنے والوں کے متعلق جنگ کی حقیقت کو سب سے بہتر جانتے تھے۔

ان تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ امام اعظمؒ شجاعت و بہادری کے ساتھ حق بات کا اعلان کرتے تھے مگر حضرت علی کے مخالفین کو طعن و تشنیع سے یاد نہیں کرتے تھے، اور نہ ہی ان مخالفین کے بارے میں کسی قسم کی تاویل کا سہارا لیتے تھے۔

جن صحابہ کرام نے حضرت علی کی مخالفت کی، ان کے بارے میں امام اعظمؒ اپنی یہ رائے بیان کرتے ہیں تو وہ بنوامیہ کی خلافت کو کیسے تسلیم کر سکتے تھے؟ چنانچہ ہم کسی جھجک کے بغیر کہہ سکتے ہیں کہ وہ امویوں کی خلافت کے حق میں نہیں تھے اور بنوامیہ کے جو خلفاء ان کے زمانے سے پہلے گزر چکے تھے، ان کے بارے میں منطقی دلائل سے یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ وہ ان خلفاء کی خلافت کو بھی صحیح تسلیم نہیں کرتے تھے۔

علویوں کی تائید:

اس منطقی قیاس سے قطع نظر امام اعظمؒ کے اقوال کو سامنے رکھیں تو بغیر شک وشبہ کے یہ حکم لا گو کیا جا سکتا ہے کہ وہ اموی خلافت کو صحیح تسلیم نہیں کرتے تھے جب ہشام بن عبدالملک کے خلاف زید بن علی رضی اللہ عنہ نے خروج کیا تو زید یہ کا ساتھ دینے کے بارے میں امام اعظمؒ سے فتویٰ دریافت کیا گیا تو امام اعظمؒ نے امام زید بن علی کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا:

ان کا بغاوت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں نبی اکرم ﷺ کا جنگ کرنا تھا۔

امام اعظمؒ نے زید کے لشکر کو مالی امداد بھی دی کیونکہ انہیں زید کے ساتھیوں پر پورا بھروسہ نہیں تھا، اس لیئے امام ابوحنیفہؒ نے میدان جہاد میں نہ جانے سے یہ کہہ کر اپنی طرف سے معذرت کر لی کہ:

اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ لوگ زید بن علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور ثابت قدم رہیں گے تو میں ان کے ساتھ جہاد میں ضرور شریک ہوتا کیونکہ ان کی امامت برحق ہے۔

جب عباسیوں کا دور حکومت آیا تو انہوں نے بھی علویوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اور اہل بیت کی حکومت کے ساتھ مخالفت شروع

ہوگئی تو امام اعظمؒ نے عباسی خلفاء کے مقابلہ میں وہی مئوقف اختیار کیا جو آپ نے بنوامیہ کے خلفاء کے لیئے استعمال کیا تھا۔

جب منصور کے خلاف ابراہیم نے بغاوت کی تو امام اعظمؒ نے ابراہیم کی حمایت کی۔ بعض لشکر کے سپہ سالاروں نے امام ابوحنیفہؒ سے ابراہیم کے ساتھ جنگ کے متعلق فتویٰ دریافت کیا تو امام اعظمؒ نے اس جنگ میں عدم شرکت کا فتویٰ دیا اور جو لوگ امام اعظمؒ سے ابراہیم کے ساتھ بغاوت کے بارے میں فتویٰ دریافت کرتے تو امام اعظمؒ نے انہیں ان کا ساتھ دینے کی ترغیب دی۔

امام ابوحنیفہؒ کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

ابراہیم بن سوید کا کہنا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ میری بہت زیادہ عزت کرتے تھے جب ابراہیم بن عبداللہ بن حسن نے بغاوت کی تو میں نے امام ابوحنیفہؒ سے فتویٰ دریافت کیا کہ ایک انسان حج کا فریضہ ادا کر چکا ہے لیکن وہ اب دوبارہ حج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ کہ وہ اس صورت میں اس شخص (ابراہیم) کے ساتھ شریک ہو کر جہاد کرنا زیادہ بہتر ہے یا حج ادا کرنا؟ تو امام ابوحنیفہؒ نے اس کے جواب میں فرمایا؛

فرضی حج ادا کرنے کے بعد جہاد میں شریک ہونا پچاس گنا زیادہ حج سے بہتر ہے۔

امام اعظمؒ سے ایک عورت نے ابراہیم کے خروج کے دنوں میں سوال کیا کہ میرا بیٹا ابراہیم کے ساتھ خروج میں حصہ لینا چاہتا ہے لیکن میں اس کو منع کرتی ہوں۔ امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا:

اپنے بیٹے کو جانے دو۔

حماد بن اعین بیان کرتے ہیں کہ امام اعظمؒ لوگوں کو ابراہیم کا ساتھ دینے کی ہدایت کیا کرتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ ان کے ساتھ خروج میں حصہ لو ایک دفعہ امام کے سامنے محمد بن عبداللہ بن حسن کا ذکر ہوا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

امامؒ کا اہل بیت کے ساتھ صرف سیاسی رشتہ نہ تھا جو انہیں اہل بیعت کی حمایت کرنے پر مجبور کرتا تھا بلکہ اہل بیت کے ساتھ امام اعظمؒ کا علمی رابطہ بھی تھا اور امامؒ کے اساتذہ میں امام زید رضی اللہ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا یہی تعلق عبداللہ بن حسن سے تھا جو محمد اور ابراہیم کے والد صاحب تھے۔

آئمہ اہل بیت سے روایت حدیث:

امام اعظمؒ، امام محمد الباقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور اس بات کی شہادت ان کی سند سے ملتی ہے۔ چنانچہ امام ابویوسف کی کتاب (الآثار) میں تحریر ہے:

امام ابویوسف، امام ابوحنیفہ سے، امام ابوحنیفہؒ امام باقر کے حوالے سے اور محمد بن علی، نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رات کے نوافل کی آٹھ رکعتیں یعنی وہ نمازِ تہجد اور تین وتر پڑھا کرتے تھے اور نماز فجر کی دو رکعت ادا کرتے تھے۔

یہاں اس بات کی نشاندہی ضروری ہے کہ امام اعظمؒ، امام محمد الباقر سے (روایت منقطع) بیان کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اس قسم کی روایت صرف اس شخص سے قبول کرتے تھے جس کے بارے میں آپ کو مکمل بھروسہ ہوتا تھا کیونکہ اس کا تعلق صرف اخذ روایت سے ہی نہیں بلکہ اخذ علم سے بھی تھا۔

امام جعفر صادق سے روایت:

اس طرح کی ایک اور روایت (کتاب الآثار) میں امام جعفر صادق سے مناسک کے بارے میں بیان کرتے ہیں جسے امام ابویوسف، امام ابوحنیفہؒ سے اور امام ابوحنیفہؒ، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ میں نے حج کے تمام مناسک ادا کر لیئے ہیں مگر بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے میں نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اب جو کچھ باقی (مناسک) رہ گیا ہے اس کو پورا کرو اور اس غلطی کے کفارہ میں ایک جانور کی قربانی کرو اور آئندہ سال دوبارہ حج کرنا۔ وہ سائل دوبارہ واپس آیا اور کہا کہ میں بہت دور سے آیا ہوں مگر ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ وہی جواب دیا۔

ان مقدمات سے واضح ہوگیا کہ امام ابوحنیفہؒ میں کس حد تک (تشیع) سے میلان تھا اور سیاسیات میں امام ابوحنیفہ شیعوں کا ساتھ دیتے تھے۔ ان کی زندگی میں دو چیزیں نمایاں نظر آتی ہیں:

(1) امام ابوحنیفہؒ اہل بیت کی حمایت اور ان کے غیر معمولی تعصب کا شکار ہو کر دوسروں کے بارے میں بری رائے قائم نہیں کرتے

تھے اور نہ دوسروں کو مسلک چھوڑنے پر مجبور کرتے تھے بلکہ امام ابو حنیفہؒ اپنے دور کے اہل سنت علماء کرام کے ساتھ بھی گہرا تعلق رکھتے تھے۔

ان کے اساتذہ میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو کسی بھی سیاسی پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے تھے اور وہ ان سے بہت متاثر ہوئے تھے۔

(2) امام اعظمؒ اہل تشیعہ کے کسی مخصوص فرقے سے تعلق ہرگز نہیں رکھتے تھے لیکن، امامیہ، زیدیہ، اور کیسانیہ کے بعض آئمہ سے تعلقات قائم رکھتے تھے مگر امام ابو حنیفہؒ کسی ایک فرقے کی طرف منسوب ہرگز نہیں تھے۔

زیدی نظریات سے مطابقت:

امام اعظمؒ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اہل بیت کی حمایت تو کرتے تھے مگر نظر و فکر میں آزاد تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کسی خاص مسلک کے پابند نہیں تھے اور نہ ہی کسی کلامی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

امام ابو حنیفہؒ اس کے باوجود کسی خاص فرقے میں شامل نہ تھے البتہ زیدیہ فرقے سے ان کے چند آراء ملتے جلتے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کو درست تسلیم کرتے تھے اور امام ابو حنیفہؒ خلیفہ کے لیئے یہ ضروری نہیں سمجھتے تھے کہ اس (خلیفہ) کی خلافت منصوص ہو اور فرقہ زیدیہ کے لوگ بھی یہی رائے رکھتے تھے۔

امام ابو حنیفہؒ کا فرقہ زیدیہ کے ساتھ نظریاتی اتفاق حیران کن نہ تھا بلکہ فرقہ زیدیہ اہل تشیعہ کے تمام فرقوں سے اہل سنت سے بہت زیادہ قریب تھا۔

ان تفصیلات سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ امام ابو حنیفہؒ اپنے ہم عصر علماء کے مقام میں یہ میلان رکھتے تھے اور ان کی یہ رائے تھی کہ خلافت حضرت سیدہ فاطمہ کی اولاد کا حق ہے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفاء نے ان کی اولاد کے اس حق پر قبضہ کر رکھا ہے اور ان پر ظلم و ستم کر رہے ہیں۔

مگر یہاں سوال یہ سامنے آتا ہے کہ جو لوگ خلافت کے حقدار ہیں اگر ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرنا ہو تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ امام ابو حنیفہؒ سے خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں (حسن اتفاق) سے ایک روایت مل گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ خلیفہ کو منتخب کرتے وقت رعایا کا مشورہ لینا ضروری سمجھتے تھے۔

تھے اور نہ دوسروں کو مسلک چھوڑنے پر مجبور کرتے تھے بلکہ امام ابوحنیفہؒ اپنے دور کے اہل سنت علماء کرام کے ساتھ بھی گہرا تعلق رکھتے تھے۔

ان کے اساتذہ میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو کسی بھی سیاسی پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے تھے اور وہ ان سے بہت متاثر ہوئے تھے۔

(2) امام اعظمؒ اہل تشیعہ کے کسی مخصوص فرقے سے تعلق ہرگز نہیں رکھتے تھے لیکن، امامیہ، زیدیہ، اور کیسانیہ کے بعض آئمہ سے تعلقات قائم رکھتے تھے مگر امام ابوحنیفہؒ کسی ایک فرقے کی طرف منسوب ہرگز نہیں تھے۔

زیدی نظریات سے مطابقت:

امام اعظمؒ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اہل بیت کی حمایت تو کرتے تھے مگر نظر و فکر میں آزاد تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کسی خاص مسلک کے پابند نہیں تھے اور نہ ہی کسی کلامی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ اس کے باوجود کسی خاص فرقے میں شامل نہ تھے البتہ زیدیہ فرقے سے ان کے چند آراء ملتے جلتے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کو درست تسلیم کرتے تھے اور امام ابوحنیفہؒ خلیفہ کے لیئے یہ ضروری نہیں سمجھتے تھے کہ اس (خلیفہ) کی خلافت منصوص ہو اور فرقہ زیدیہ کے لوگ بھی یہی رائے رکھتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کا فرقہ زیدیہ کے ساتھ نظریاتی اتفاق حیران کن نہ تھا بلکہ فرقہ زیدیہ اہل تشیعہ کے تمام فرقوں سے اہل سنت سے بہت زیادہ قریب تھا۔

ان تفصیلات سے ہم نے یہ نتیجہ نکالا کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے ہم عصر علماء کے مقام میں یہ میلان رکھتے تھے اور ان کی یہ رائے تھی کہ خلافت حضرت سیدہ فاطمہ کی اولاد کا حق ہے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفاء نے ان کی اولاد کے اس حق پر قبضہ کر رکھا ہے اور ان پر ظلم وستم کر رہے ہیں۔

مگر یہاں سوال یہ سامنے آتا ہے کہ جو لوگ خلافت کے حقدار ہیں اگر ان میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرنا ہو تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ امام ابوحنیفہؒ سے خلیفہ کے انتخاب کے بارے میں (حسن اتفاق) سے ایک روایت مل گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ خلیفہ کو منتخب کرتے وقت رعایا کا مشورہ لینا ضروری سمجھتے تھے۔

مجموعی تصویر

1. أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ.

”وہ کم سن لڑکے ہوں گے۔“

بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، 6 : 2539، رقم : 6531

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2 : 746، رقم : 1066

....

2. سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ.

”دماغی طور پر ناپختہ ہوں گے۔“

بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، 6 : 2539، رقم : 6531

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2 : 746، رقم : 1066

....

3. کَثُّ اللِّحْیَةِ.

”گھنی ڈاڑھی رکھیں گے۔“

بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث علی بن أبی طالب وخالد بن الولید إلی الیمن قبل حجة الوداع، 4 : 1581، رقم : 4094

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، 2 : 742، رقم : 1064

....

4. مُشَمَّرُ الْإِزَارِ.

’’بہت اونچا تہ بند باندھنے والے ہوں گے۔‘‘

بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث علی ابن أبی طالب و خالد بن الولید إلی الیمن قبل حجۃ الوداع، 4 : 1581 رقم: 4094
مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم، 2 : 742 رقم: 1064

....

5. يَخْرُجُ نَاسٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ.

’’یہ خارجی لوگ (حرمین شریفین سے) مشرق کی جانب سے نکلیں گے۔‘‘

بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قراءۃ الفاجر والمنافق وأصواتھم وتلاوتھم لا تجاوز حناجرھم، 6 : 2748 رقم: 7123

....

6. لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ.

’’یہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔‘‘

نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب من شھر سیفہ ثم وضعہ فی الناس، 7 : 119 رقم: 4103

....

7. لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ.

’’ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔‘‘

بخاری، الصحیح، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامۃ الحجۃ علیھم، 6 : 2539 رقم: 6531

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2 : 746 رقم: 1066

....

8. يَتَعَمَّقُوْنَ وَيَتَشَدَّدُوْنَ فِي الْعِبَادَةِ.

’’وہ عبادت اور دین میں بہت متشدد اور انتہاء پسند ہوں گے۔‘‘

أبو يعلی، المسند، 1 : 90 رقم: 90

عبد الرزاق، المصنف، 10 : 155 رقم: 18673

....

9. يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ.

’’تم میں سے ہر ایک ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانے گا اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر جانے گا۔‘‘

بخاري، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب من ترك قتال الخوارج للتألف وأن لا ينفر الناس عنه، 6 : 2540 رقم: 6534

مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، 2 : 744 رقم: 1064

....

10. لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ تَرَاقِيَهُمْ.

’’نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔‘‘

مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، 2 : 748 رقم: 1066

....

11. يَقْرَئُوْنَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَائَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيءٍ.

’’وہ قرآن مجید کی ایسے تلاوت کریں گے کہ ان کی تلاوتِ قرآن کے سامنے تمہیں اپنی تلاوت کی کوئی حیثیت دکھائی نہ دے گی۔‘‘

مسلم، الصحيح، كتاب الزكاة، باب التحريض على قتل الخوارج، 2 : 748 رقم: 1066

....

12. يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ.

”ان کی تلاوت ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔“

بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، 6 : 2540، رقم : 6532

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وقتالهم، 2 : 743، رقم : 1064

....

13. يَقْرَئُوْنَ الْقُرْآنَ يَحْسِبُوْنَ أَنَّهُ لَهُمْ، وَهُوَ عَلَيْهِمْ.

”وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ اس کے احکام ان کے حق میں ہیں لیکن درحقیقت وہ قرآن ان کے خلاف حجت ہوگا۔“

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2 : 748، رقم : 1066

....

14. يَدْعُوْنَ إِلَى كِتَابِ اللهِ وَلَيْسُوْا مِنْهُ فِي شَيْئٍ.

”وہ لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے لیکن قرآن کے ساتھ ان کا تعلق کوئی نہیں ہوگا۔“

أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی قتل الخوارج، 4 : 243، رقم : 4765

....

15. يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ.

”وہ (بظاہر) بڑی اچھی باتیں کریں گے۔“

بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، 6 : 2539، رقم : 6531

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2 : 746، رقم : 1066

....

16. يَقُوْلُوْنَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ قَوْلًا.

”ان کے نعرے (slogans) اور ظاہری باتیں دوسرے لوگوں سے اچھی ہوں گی اور متاثر کرنے والی ہوں گی۔“

طبرانی، المعجم الأوسط، 6 : 186، الرقم: 6142

....

17. يُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ.

”مگر وہ کردار کے لحاظ سے بڑے ظالم، خونخوار اور گھناؤنے لوگ ہوں گے۔“

أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب في قتال الخوارج، 4 : 243، رقم: 4765

....

18. هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ.

”وہ تمام مخلوق سے بدترین لوگ ہوں گے۔“

مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب الخوارج شر الخلق والخليقة، 2 : 750، الرقم: 1067

....

19. يَطْعَنُوْنَ عَلٰی أُمَرَائِهِمْ وَيَشْهَدُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالضَّلَالَةِ.

”وہ حکومتِ وقت یا حکمرانوں کے خلاف خوب طعنہ زنی کریں گے اور ان پر گمراہی وضلالت کا فتویٰ لگائیں گے۔“

ابن أبي عاصم، السنة، 2 : 455، رقم: 934

هيثمي، مجمع الزوائد، 6 : 228، وقال: رجاله رجال الصحيح.

....

20 يَخْرُجُوْنَ عَلٰی حِيْنِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ.

”وہ اس وقت منظرِ عام پر آئیں گے جب لوگوں میں تفرقہ اور اختلاف پیدا ہو جائے گا۔“

بخاري، الصحيح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، 3 : 1321، رقم: 3414

مسلم، الصحيح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، 2 : 744، رقم: 1064

21.يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ.

”وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔“

1.بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب قول الله تعالی: تعرج الملائكة والروح إليه، 6 : 2702، رقم: 6995
2.مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب ذکر الخوارج وصفاتهم، 2 : 741، رقم: 1064

....

22.يَسْفِكُونَ الدَّمَ الْحَرَامَ.
”وہ ناحق خون بہائیں گے۔“

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج، 2 : 748، رقم: 1066

....

23.يَقْطَعُونَ السَّبِيْلَ وَيَسْفِكُونَ الدِّمَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ مِنَ اللهِ وَيَسْتَحِلُّوْنَ أَهْلَ الذِّمَّةِ. (من كلام عائشة رضی الله عنها)
”وہ راہزن ہوں گے، ناحق خون بہائیں گے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا اور غیر مسلم اقلیتوں کے قتل کو حلال سمجھیں گے۔“ (یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے۔)

حاکم، المستدرک، 2 : 166، رقم: 2657

....

24.يُؤْمِنُونَ بِمُحْكَمِهِ وَيَهْلِكُونَ عِنْدَ مُتَشَابِهِه. (قول ابن عباس رضی الله عنه).

”وہ قرآن کی محکم آیات پر ایمان لائیں گے جبکہ اس کی متشابہات کے سبب سے ہلاک ہوں گے۔“ (قولِ ابن عباس رضی اللہ عنہ)

1.طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 3 : 181
2.عسقلانی، فتح الباری، 12 : 300

25.يَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ. (قول علی رضی الله عنه)
”وہ زبانی کلامی حق بات کہیں گے، مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔“ (قولِ علی رضی اللہ عنہ)

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج 749 : 2الرقم: 1066

....

26.يَنْطَلِقُوْنَ إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَيَجْعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. (من قول ابن عمر رضی الله عنه)
”وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کریں گے۔ اس طرح وہ دوسرے مسلمانوں کو گمراہ، کافر اور مشرک قرار دیں گے تاکہ ان کا ناجائز قتل کر سکیں۔“ (قولِ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مستفاد)

بخاری، الصحیح، کتاب، استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، : 6 2539

....

27.يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.
”وہ دین سے یوں خارج ہو چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔“

بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدین بعد إقامة الحجة علیهم، : 6 2539رقم: 6531

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج 746 : 2رقم: 1066

....

28.اَلْأَجْرُ الْعَظِيْمُ لِمَنْ قَتَلَهُمْ.
”ان کے قتل کرنے والے کو اجرِ عظیم ملے گا۔“

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحریض علی قتل الخوارج 748 : 2رقم: 1066

....

29.خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوْهُ.
”وہ شخص بہترین مقتول (شہید) ہوگا جسے وہ قتل کر دیں گے۔“

25. يَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِأَلْسِنَتِهِمْ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ. (قول علی رضی الله عنه)

''وہ زبانی کلامی حق بات کہیں گے، مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی۔'' (قولِ علی رضی اللہ عنہ)

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحريض على قتل الخوارج، 2 : 749، الرقم: 1066

....

26. يَنْطَلِقُوْنَ إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَيَجْعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ. (من قول ابن عمر رضی الله عنه)

''وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کریں گے۔ اس طرح وہ دوسرے مسلمانوں کو گمراہ، کافر اور مشرک قرار دیں گے تاکہ ان کا ناجائز قتل کر سکیں۔'' (قولِ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مستفاد)

بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، 6 : 2539

....

27. يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

''وہ دین سے یوں خارج ہو چکے ہوں گے جیسے تیر شکار سے خارج ہو جاتا ہے۔''

بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين بعد إقامة الحجة عليهم، 6 : 2539، رقم: 6531

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحريض على قتل الخوارج، 2 : 746، رقم: 1066

....

28. اَلْأَجْرُ الْعَظِيْمُ لِمَنْ قَتَلَهُمْ.

''ان کے قتل کرنے والے کو اجرِ عظیم ملے گا۔''

مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب التحريض على قتل الخوارج، 2 : 748، رقم: 1066

....

29. خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوْهُ.

''وہ شخص بہترین مقتول (شہید) ہوگا جسے وہ قتل کر دیں گے۔''